ہفت روزہ

خُدّام الدّین لاہور

بیاد

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی ؒ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

۱۱ فروری ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

ہدیہ دو روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ ——— حضرت لاہوری قدس سرہٗ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَضْطَرِبَ اَلْیَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِی الْخَلَصَۃِ وَ ذُوالْخَلَصَۃِ طَاغِیَۃُ دَوْسٍ الَّتِیْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ دوس کے قبیلہ کی عورتوں کے سرین ذی الخلصہ کے گرد ہلیں گے اور ذوالخلصہ قبیلہ دوس کے بت کا نام ہے جسے وہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَذْھَبُ اللَّیْلُ وَالنَّھَارُ حَتّٰی یُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰی فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُ لَاَظُنُّ حِیْنَ اَنْزَلَ اللّٰہُ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ اِنَّ ذٰلِکَ تَامًّا قَالَ اِنَّہٗ سَیَکُوْنُ مِنْ ذٰلِکَ مَاشَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً فَتَوَفّٰی کُلَّ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ فَیَبْقٰی مَنْ لَّاخَیْرَ فِیْہِ فَیَرْجِعُوْنَ اِلٰی دِیْنِ اٰبَائِھِمْ۔ رواہ مسلمٌ۔

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے رات اور دن نہیں جائیں گے یہاں تک کہ پھر لات اور عزّٰی کی عبادت کی جائے گی۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں تو خیال کرتی تھی۔ جب اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرما دی ہے۔ اللہ تعالےٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک اسے ناپسند کریں تو یہ اعلان قیامت تک پورا ہونے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، جب تک اللہ چاہے گا یہی ہوگا۔ پھر اللہ تعالےٰ ایک خوشبو دار ہوا بھیجے گا اس ہوا کی خوشبو سے جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ جتنا بھی ایمان ہوگا۔ اسے بھی وفات دے دی جائیگی پھر وہی باقی رہیں گے جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی پھر وہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔

عارفانہ ارشادات

- نیکی کی منزل اس کو ملتی ہے جو گناہوں کی وادی سے دامن بچاتا ہوا نکل جائے۔ (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)
- جس شخص کے دل میں خوف خدا جاگزیں ہوتا ہے اس کے منہ سے کوئی غیر مفید بات نہیں نکلتی۔ خوفِ خدا دنیا کی محبت اور شہوت کو فراموش کر دیتا ہے۔ (حضرت خواجہ فیضل بن عواص)
- علم ایمان کی بہترین دلیل ہے۔ (حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

مرسلہ: عاطف اور واصف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ



جلد ۲۸ • شمارہ ۳۲

جمعۃ المبارک

۱۱ر فروری ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ

شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت

مولانا محمد اجمل قادری

محمد سعید الرحمٰن علوی

ظہیر میر۔ ایم اے ایل ایل بی



دفاتر

کراچی: انجمن خدام الدین بلڈنگ ... جہانگیر آباد کراچی

لاہور: خدام الدین مرکز اندرون شیرانوالہ دروازہ فون ۶۳۹۱۲

بدل اشتراک

سالانہ ——— ۱۰۰ روپے

ششماہی ——— ۵۰ روپے

سہ ماہی ——— ۲۵ روپے

فی پرچہ دو روپے

ارباب مدارس سے دردمندانہ استدعا

مولانا عبیداللہ انور راوی ہیں کہ مولانا عبیداللہ سندھی نے اپنے آخری سفر دیوبند میں انہیں دو باتوں کی نصیحت کی۔ جن میں سے ایک پر آج کی صحبت میں گفتگو مقصود ہے ——— بقول مولانا انور امام انقلاب نے فرمایا:-

"دورۂ حدیث شریف کے بعد بی، اے کی سٹنڈرڈ تک انگریزی زبان میں استعداد جب تک بہم نہ پہنچا لو عملی زندگی میں قدم نہ رکھنا"۔

اس ضمن میں مولانا سندھی نے اپنا جو تجربہ بیان کیا وہ بقول مولانا انور یہ تھا کہ:-

"دارالعلوم کا نصاب پڑھنے کے بعد نوجوانوں میں بے پناہ صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور کسی یونیورسٹی کے فضلاء سے ان کا ذہنی ارتقاء کسی طرح کم نہیں ہوتا بلکہ ہم تو تجربہ کے بعد انہیں فائق سمجھتے ہیں، یہ علمی مرتبہ فنون کی کتابیں اور درجۂ تکمیل جس میں حجۃ اللہ البالغہ سمجھ کر پڑھی گئی ہو، تب نصیب ہوتا ہے۔

اب صرف انگریزی زبان کا پردہ بیچ میں حائل رہتا ہے اور ڈائرکٹ میتھڈ کے اصول پر عمل کیا جائے تو یہ چند ماہ کی بات ہے۔ اگر ہمارے طلبہ ذرا سی ہمت کر کے اسے بھی چاک کر ڈالیں تو پھر یہ آج بھی ہر میدان میں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا لوہا منوا سکتے ہیں"۔

اس کے بعد مولانا نے جو ارشاد فرمایا اس میں انہوں نے واضح کیا کہ حضرت نانوتوی اور حضرت شیخ الہند کی یادگار دارالعلوم کے طلبہ ہماری تجویز پر عمل کر لیں تو آزاد ہندوستان کی زمام قیادت ان کے ہاتھ میں ہوگی ——— آج مولانا سندھی اس دنیا میں نہیں۔ کم و بیش

۴۰ برس ہونے کو ہیں وہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے ——— ان سمیت لاتعداد علماء و مصلحین کی کوششوں اور خواہشات کے علی الرغم برعظیم ٹکڑیوں میں بٹ کر اضحوکہ روزگار بن گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس "آزاد ہندوستان" کا خواب ان مردانِ حُر نے دیکھا تھا وہ حقیقت کا روپ نہ دھار سکا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان قوم جس کے حسین ماضی کی یادیں اس برعظیم کے چپہ چپہ سے وابستہ تھیں۔ وہ ایک محدود خطّہ پر قانع ہو کر رہ گئی۔ اور اس نے اپنے بچاؤ کی دوا اسی عطار کے لونڈے سے حاصل کرنا چاہی جو اس کی بیماریٔ قلب ونظر کا باعث بنا تھا ——— تقسیم کے سبب جو خونی لکیر کھینچی۔ اس کے نتیجہ میں دونوں طرف مسلمان کا حال پتلا ہے اور ہر نازل ہونے والی مصیبت "خانہ انوری" تلاش کر لیتی ہے۔ اُدھر کا مسلمان جسے بڑی بے دردی کے ساتھ بحرِ ہند میں غرق دینے کا اعلان کیا گیا تھا اپنی غیرت وحمیت کی بنیاد پر اپنی دینی روایات کو کم از کم سنبھالے بیٹھا ہے ——— لیکن ادھر حال یہ ہے کہ:۔

"غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے"

بے حمیتی کا وبال اس طرح پڑا کہ ہم دین کی برکات سے محروم ہو گئے اور کوئی قوم دین کھو کر دنیا حاصل کر لے؟ یہ ناممکن ہے، نتیجہ واضح ہے کہ آج ہم ایک بھِک منگی قوم بن کر رہ گئے ہیں ——— اور ہنگاموں کی بنیاد پر جینے کی مشق ہماری تمامتر معراج ہے۔ ورنہ دنیا کے کوچہ و بازار میں ہماری کوئی حقیقت نہیں ——— بہر طور مولانا سندھی رحمہ اللہ تعالےٰ کے ارشاد کی روشنی میں آج تو ہمیں محض اپنے اربابِ مدارس سے چند گذارشات پیش کرنی ہیں ——— اس طائفہ مقدسہ کے تمامتر احترام کے باوصف ہمیں ڈر بھی بہت لگتا ہے کہ ہم گستاخی و بے ادبی کی تہمت کا کہیں شکار نہ ہو جائیں اور زبانِ فتویٰ کی زد میں نہ آ جائیں لیکن اپنا جنون اور مجبوری ہے۔ اس لئے اس کی جسارت و جرأت کر رہے ہیں۔

واقفانِ حال خوب جانتے ہیں کہ تقسیم ملک کے بعد یہاں جو طبقہ برسرِ اقتدار آیا وہ تحریک آزادی کے سفر میں شریک نہ تھا۔ شملہ کی چوٹیوں سے اٹھنے والی "ہما" ان کے سر بیٹھی اور انہیں شاہی کا مستحق گردان گئی ——— دس قسم کے جامے بدلنے کے باوجود آج یک ذہن ایک ہے، فکر ایک ——— قومی شعور ہوتا تو پہلے دن نظام تعلیم کی اصلاح ہوتی اور لارڈ میکالے کی بدروح نفرت کی جو دیوار حائل کر گئی تھی اسے فی الفور توڑ دیا جاتا لیکن اس دیوار کو مزید مستحکم کیا گیا اور تعلیم کے میدان میں "ثنویت" نے اس طرح اپنی جڑیں مضبوط کیں کہ توبہ بھلی ——— لارڈ میکالی نظام کی خرابیاں، نقائص، اس پر مرتب ہونے والے نتائج اور اس قسم کی باتوں کے ذکر سے کیا فائدہ؟ "اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی" والا معاملہ ہے اس لئے بحث ہی فضول ہے ——— سوال ان اداروں کا ہے جو اپنے آپ کو ولی اللّٰہی اور قاسمی مشن کا وارث و علمبردار خیال کرتے ہیں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مدرس و مکاتب نہیں بلکہ "دارالعلوموں اور جامعات" (؟) کا جال بچھا ہوا ہے ——— ایک محدود ذمہ دار تعداد کو چھوڑ کر اکثریت کو معلوم ہی نہ ہوگا کہ دارالعلوم اور جامعہ کی حقیقت کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جب باہر سے کوئی تعلیمی وفد آتا ہے بالخصوص عرب دنیا سے، تو "ہماری جامعات" کے بورڈ پڑھ کر حیران ہوتا اور ہماری شرمندگی کا سامان فراہم کرتا ہے ——— آج کے دَور میں بھی حالت یہ ہے کہ ان "جامعات" میں آپ کو ایک سو سے زیادہ مجموعی درسی کتابوں کا نصف کے قریب حصہ منطق و فلسفہ کی کتابوں پر مشتمل نظر آئے گا ——— علم کلام وہ پڑھایا جائے گا جس کا آج

دنیا میں وجود نہیں۔ نفس قرآن پڑھائے جانے کا نام و نشان نہیں، فقہ کی کتابیں اس طرح پڑھائی جاتی ہیں کہ عبادات والا حصّہ تو اختلافی مباحث کے ساتھ بڑے اہتمام سے ہوتا ہے لیکن اس کے آگے مسئلہ معاملات وغیرہ کا آتا ہے تو یا کتابیں بند ہو جاتی ہیں یا ورق گردانی کا چکر شروع ہو جاتا ہے۔ ایک خاص نظم کے ساتھ فقہی کتابوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ضروری امر یہ تھا کہ طلبہ کی اس طرح تعلیم و تربیت ہوتی کہ وہ فقہی ذوق سے آشنا ہو جاتے اور دور حاضر کے چیلنج کا مقابلہ کر سکتے۔

حدیث کی تدریس میں حنفی محدثین کی کتابوں کے ساتھ بے اعتنائی پورے شباب پر ہے اور پھر جس انداز سے حدیث کی تدریس ہوتی ہے وہ بجائے خود ایک المیہ ہے۔ محدّثِ کبیر مولانا محمد زکریا سہارنپوری قدس سرہٗ کے بقول ۲ رکعت کی نماز میں تکبیر تحریمہ سے سلام تک ائمہ کے ۲۰۰ اختلافات موجود ہیں لیکن ۳/۴ مسائل پر اس طرح ہنگامہ ہوتا ہے کہ تدریس کے وقت کا معقول حصّہ ان کی نذر ہو جاتا ہے ——— اور پھر "کتابیں ختم کرانے" کے لئے رات اور دن جس طرح ورق گردانی ہوتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں حدیث کا صحیح ذوق طلبہ میں پیدا ہو، وہ رواں دواں زندگی کے ابھرتے ہوئے مسائل کا حل اس چشمہ صافی سے پیش کر سکیں؟ ناممکن اور بالکل ناممکن ——— پھر آگے بڑھیں تو طلبہ کو چھوڑ کر اساتذہ کی بھرپور اکثریت عربی زبان وادب کی گہرائیوں سے ناواقف چہ جائیکہ ہم انگریزی کا ذکر کریں ——— جس کی بین الاقوامی حیثیت بہرطور مسلّم ہے ——— بے خبر مقررین یورپ جاتے ہیں وہاں چند رٹی رٹائی تقریریں کر کے تنور شکم بھر کر واپس آ جاتے ہیں اس سے آگے کچھ نہیں ہوتا ——— یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ ان پر سنجیدگی کے ساتھ توجّہ کی ضرورت ہے۔ اگر معاملہ صرف اتنا ہے کہ طلباء دورانِ تعلیم ٹیوشن پڑھائیں اور بعد میں مؤذن و امام بن کر وقت پورا کر لیں اور

(باقی ۹ پر)

بقیہ : مجلسِ ذکر

کی بدبختی اور بخیلی ہے۔

درود شریف کے لئے وضو کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کثرت کے ساتھ ہر وقت درود شریف پڑھنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ اور جن لوگوں کو نبی علیہ السلام کی زیارت مبارکہ کا خواب میں شوق ہوتا ہے ان کے لئے نسخہ کیمیا اور اکسیر درود شریف ہے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ جب خطبہ جمعہ پڑھا جا رہا ہو تو اس وقت آپ کا نام نامی اسم گرامی آئے تو خاموشی اختیار کرے اس وقت درود شریف نہ پڑھے۔

حضرات ائمہ و فقہاء نے لکھا ہے کہ غیر نبی کے صلاۃ وسلام کا لفظ مستقلاً مکروہ ہے حضرت امام ابوحنیفہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک تبعاً ایسا ہو سکتا ہے یعنی حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھا جائے تو آپؐ کی آل (ازواج ومتبعین) اور اصحاب پر تبعاً پڑھا جا سکتا ہے۔

آج کی صحبت مبارکہ میں اس مقدس عبادت کے متعلق یہ چند گذارشات کر دی گئیں تاکہ ہم، آپ سب اپنے امام و قائد علیہ السلام کا حق عظمت و محبّت ادا کرنے کے قابل ہو سکیں۔ اور قیامت کے دن آپ کی شفاعت کے مستحق ہو سکیں کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ شفاعت کے لئے درود شریف بڑا مؤثر ہے۔ ایسا شخص جو کثرت سے اللہ کی رضا کے لئے صحیح درود پڑھتا ہے وہ ضرور اپنے نبی محترم کی شفاعت سے بہرہ وافر پائے گا۔

اللہ تعالےٰ مجھے آپ کو بکثرت درود شریف کی توفیق دے۔

اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مجلس ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

درود شریف کے فضائل و مسائل

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

بزرگانِ محترم، برادرانِ عزیز! سورۃ الاحزاب کی مشہور آیت ہے

انّ اللہ و ملٰئکتہٗ یصلّون علی النّبیّ یا ایّھا الّذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما۔

یعنی اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم) پر! اے ایمان والو! تم بھی آپ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم) پر رحمت (درود و سلام) بھیجا کرو (تاکہ حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے وہ ادا ہو جائے)

صلوٰۃ و سلام کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ صلاۃ کے معنی دعا اور رحمت کے ہیں، اس لفظ کی نسبت اللہ تعالےٰ کی طرف ہو تو مراد ہوتی ہے رحمت — فرشتوں کی طرف نسبت ہو تو مراد ہوتی ہے دعا۔ یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایک صاحب نے آپؐ سے سوال کیا کہ اس آیت میں دو باتوں کا حکم ہے۔ صلاۃ اور سلام۔ ان میں سے سلام کا طریقہ تو ہمیں التحیات میں ہم جو پڑھتے ہیں السلام علیك ایھا النبی۔ صلاۃ کا طریقہ کیا ہے؟ تو آپ نے درود ابراہیمی کی تلقین فرمائی جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ دعائیں اس وقت تک رکی رہتی ہیں جب تک آپ پر درود نہ پڑھا جائے۔

اسی طرح کی روایت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر درود شریف دعائیں آسمان و زمین کے درمیان لٹکی رہتی ہیں۔

درود شریف کے فضائل

تو بے پناہ ہیں سب سے اہم بات وہ ہے جو خود حضور اکرم نبی رحمت علیہ السلام نے فرمائی کہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمتیں بھیجتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ ساری عمر میں ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا فرض ہے۔ پھر نماز کے قعدہ میں السلام علیك سے خطاب ہوگا تو روضۂ اطہر پر حاضری کے وقت بھی اسی طرح خطاب ہوگا۔ کہ حضرات علماء اہلسنت فرماتے ہیں کہ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اور حدیث میں ہے کہ قبر انور پر حاضری کے دوران درود شریف پڑھا جائے تو آپؐ سنتے ہیں۔ باقی دور سے پڑھا جائے تو صیغہ غائب کے ساتھ، اور افضل ترین درود شریف درود ابراہیمی ہے — دور سے صیغہ غائب کے ساتھ اس لئے کہ آپ نے فرمایا جو دور سے پڑھتا ہے اسے مجھ تک فرشتے پہنچاتے ہیں۔

کسی مجلس میں آپ کا نام نامی لیا جائے تو ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب اور ایک بار پڑھنا واجب ہے۔ نہ پڑھنا پرلے درجے

(باقی ۵ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

فتنۂ راگ و رنگ

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم : —

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . . . (لقمان ٦)

صدق اللہ العلی العظیم۔

محترم حضرات و معزز خواتین!

اس وقت جو چیزیں ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں ان میں غنا و سماع اور راگ و رنگ کا فتنہ بڑی نازک صورت اختیار کر چکا ہے۔ گلی، محلے اور بازاروں میں ہر جگہ اور ہر وقت یہی کچھ ہے کہ ملکی و غیر ملکی گانوں کے کیسٹ چل رہے ہیں، ریڈیو کے ذریعہ یہ شغل جاری ہے اور ٹی۔ وی کا حشر بپا ہے اور اس سے آگے بڑھ کر وی۔ سی۔ آر کی لعنت ہے ادھر مساجد جو یاد الہیٰ کا مرکز تھیں وہ محفوظ نہیں اور اکابر اولیائے کرام کے مزارات جن کی تعمیر پر لاکھوں روپیہ خرچ کرکے سنّتِ رسول کا مذاق اڑایا جاتا ہے وہ اس مصیبت کا مرکز ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ گلی و بازار میں جو ہوتا ہے اسے "غنا" کا نام دے دیا ہے۔ تو مسجد و مزار پر ہونے والے اعمال "سماع" قرار پاتے ہیں۔ سچ پوچھیں تو دونوں میں وقت کا ضیاع ہے دونوں سے عقائد و اخلاق متاثر ہوتے ہیں۔ دونوں ہی کے سبب فرائض سے غفلت ہوتی ہے۔ اور دونوں ہی گوناگوں معاشرتی خرابیوں کا باعث بنتے ہیں۔

آج کی صحبت میں بڑے اختصار کے ساتھ قرآن و سنت سے اس ضمن میں چند گذارشات پیش کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہدایت کا ذریعہ بنائے اور نیکی و تقوے سے نوازے۔

سورۃ لقمان کی جو آیت پڑھی یہ ایک کافر "نضر بن حارث" کے اس طرز عمل کے سبب نازل ہوئی جس کا مشغلہ یہ تھا کہ شاہان و ملوک عجم کی قصہ کہانیاں در آمد کرکے اپنی مغنیات اور گانے بجانے والی باندیوں کے ذریعہ قرآن عزیز اور دعوت اسلام کے بالمقابل دھندہ کرتا اور حضور علیہ السلام کا اس بے ہودگی سے مقابلہ کرنے کی سبیل نکالنا —— اس آیت میں "لھوالحدیث" کا جو لفظ ہے اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل المرتبت صحابی نے قسم کھا کر فرمایا کہ "اس سے مراد غنا ہے" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد ہے کہ اس سے گانا اور اس قسم کی چیزیں مراد ہیں —— سیدالتابعین حضرت حسن بصری قدس سرہٗ کہتے ہیں :

"اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو تمہیں اللہ تعالےٰ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غافل کر دے۔ جیسے رات گئے تک قصے کہانی، لطیفہ گوئی،

خرافات اور گانا وغیرہ"۔

اسی طرح مشہور تابعی سیّدنا مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ جو تفسیر میں خاص مقام رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں :۔

"اس سے مراد گانے والے غلام یا باندی خریدنا اور ان سے گانے اور ان جیسے خرافات سننا"۔

اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۶۴ کا ترجمہ ہے :۔ (جب شیطان نے اللہ تعالےٰ سے اولاد آدم سے انتقام لینے کی غرض سے قیامت تک زندہ رہنے کی درخواست کی تو اللہ تعالےٰ نے درخواست قبول کرکے فرمایا) ان میں سے جس پر تُو قابو پائے اسے اپنی آواز کے ذریعہ (راہ راست سے) ہٹادے"۔

اس آیت میں صوت (آواز) کو شیطان کا ہتھیار قرار دیا گیا ہے اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گانا بجانا، لھو ولعب اور فضول وبیکار قسم کے کام ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے :۔ کہ

"اس سے ہر وہ چیز مراد ہے جو گناہ اور نافرمانی کی طرف بلائے"۔

تیسرا مقام قرآن عزیز میں

سورۃ النجم کا ہے۔ اس کی آیات ۵۹ تا ۶۱ کا ترجمہ ہے :۔

"کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوتا ہے (قرآن اور دعوتِ اسلام سے) اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو ؟"

اس آیت میں جو لفظ "سمور" ہے (کھلاڑیاں کرنا) اس کا مفہوم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے "گانا" لیا اور چوتھی جگہ سورۃ الفرقان کی آیت ۷۲ ہے جہاں اللہ تعالےٰ نے عباد الرحمٰن (مخصوص بندوں) کی خوبیاں گنوائیں وہاں یہ بھی ارشاد ہے۔ لا یشھدون الزور کہ وہ بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے۔

حضرت محمد بن الحنفیہ، حضرت مجاہد اور حضرت سیدنا الامام ابو حنیفہ رحمہم اللہ تعالےٰ الزور سے غنا مراد لیتے ہیں ——— گویا قرآن عزیز سے چار مقام میں نے عرض کئے۔ جہاں اس شغل بے کاری کا رد ہے جس سے نہ عقائد سلامت رہتے ہیں نہ اخلاق و کردار ——— انسان درندہ اور شہوت پرست بن کر رہ جاتا ہے۔ اسے ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنا وقت، سرمایہ اور سب کچھ کس طرح برباد کر رہا ہے ؟

جناب نبی مکرم رسول رحمت قائدنا الاعظم صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم جو قرآن کے شارح و ترجمان اور مہبط وحی ہیں ان کے اَن گنت ارشادات میں سے چند گذارشات پیش کروں گا جن سے اندازہ ہو سکے گا کہ اس "شغل بے خیر" کے متعلق آپ کے کیا خیالات ہیں ؟

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی ——— وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زید ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

"عنقریب میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں (آلات سماع وغنا) کو حلال سمجھیں گے، اس کا نام بدل دیں گے، ان کے سروں پر ناچ گانے ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو زمین میں دھنسا دیں گے اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیں گے"۔

علماء نے لکھا ہے کہ ایک ہے شکلاً بندر و خنزیر بنا دینا۔ ایک ہے ان کی عادات اپنا لینا۔ دونوں

ہی صورتیں ممکن ہیں۔ بندر مکاری و فریب کاری کا بادشاہ ہے تو خنزیر بے غیرتی و بے حمیّتی میں اپنی مثال آپ ہے ——— مجھے کسی تبصرے کی ضرورت نہیں آپ خود سوچیں ؟

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :۔

"کہ اس امت کے زمین میں دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش کے واقعات ہوں گے۔ مسلمانوں میں سے ایک صاحب نے سوال کیا یا رسول اللہ! کب؟ آپ نے فرمایا۔ جب گانے والی عورتوں اور باجوں کا عام رواج ہو جاتے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور علیہ السلام نے نقل کیا کہ :۔

"میری امّت میں سے کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ کرکے انہیں بندروں اور خنزیروں کی صورتوں میں بدل دیا جائیگا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ لوگ مسلمان ہوں گے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں وہ لوگ مسلمان ہوں گے اور اس بات کی گواہی دینگے کہ اللہ ایک ہے میں اس کا رسول ہوں، وہ روزے بھی رکھیں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ پھر یا رسول اللہ! ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ باجوں (آلات غنا و سماع) اور مغنیہ عورتوں کے عادی ہو جائیں گے۔ شراب پیا کریں گے۔ ایک شب جب وہ شراب نوشی اور لہو و لعب میں مشغول ہوں گے تو صبح تک ان کی صورتیں مسخ ہو کر خنزیر اور بندر کی شکل اختیار کر چکی ہونگی"۔

ایک حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس لعنت (گانے بجانے) سے دلوں میں منافقت اگتی ہے ایسے جس طرح موسم بہار میں بارش کے سبب پودے لگتے ہیں اور حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مومنین کے لئے ہدایت اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بانسری، طنبور، صلیب اور امور جاہلیت کو مٹا دوں"۔

میرے عزیزو! یہ ارشادات ہمیں دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ ہم سوچیں اور اپنے معاشرے کے حالات کا جائزہ لیں۔ میں کسی قسم کے تبصرہ کے بغیر اللہ تعالےٰ کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ ہمیں اپنی رحمت کاملہ سے قرآن وسنّت کا شیدائی بنائے اور ہمیں ان آفات سے بچائے۔ آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین،

بقیہ ۔ اداریہ

مہتمم حضرات کی نسلوں کا سلسلہ معاش مضبوط ہو جائے (الّا ماشاء اللہ) تو پھر جو ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن اگر عملی زندگی میں اپنی عظمتوں اور صلاحیتوں کو منوانا ہے تو سر جوڑ کر بیٹھنے کی ضرورت ہے اور حالات کا جائزہ لینے اور نظام و نصاب میں اصلاح و ترمیم از بس لازمی ہے ——— ایسا ہو گیا تو علماء کا ملّت پر احسان ہوگا ورنہ یہ گاڑی زیادہ دنوں چلنے والی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں روزِ بد سے بچائے۔

علوی

محمد سعید الرحمٰن علوی

حضرت شاہ ولی اللہؒ اور نظریۂ اجتہاد

شاہ ولی اللہ سوسائٹی کی دوسری فکری نشست منعقدہ ۸ر جنوری ۸۳ء میں پڑھا گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم !

تجربہ شاہد ہے کہ جب کوئی قوم زوال پذیر ہونا شروع ہوتی ہے تو اس کے علمی قویٰ مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں اور بحث و جدل کا دروازہ اس میں کھل جاتا ہے۔ اور اس بحث و جدل کا دارو مدار وہ چند مسائل ہوتے ہیں جن کی حیثیت محض افضل اور غیر افضل اور احسن و غیر احسن کی ہوتی ہے۔ مثلاً ہمارے یہاں کچھ عرصہ سے قرأت فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر اور رفع یدین جیسے دو چار مسائل پر بڑا ہنگامہ ہے۔ محدث عصر حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب سوال ہوا کہ آپ کے درس حدیث اور شرح حدیث میں ان مسائل پر وہ ہنگامہ نہیں جو دوسرے حضرات کے یہاں ہے تو فرمایا (چار رکعت نماز میں بندے کے ناقص علم میں تقریباً دو سو مسائل ائمہ میں مختلف فیہ ہیں۔ جیسے وہ سارے مسائل ہیں یہ چار مسائل بھی ہیں انہیں میں ہی ایسی کون سی معرکۃ الآرا خبر آ گئی جس پر بحث ختم ہونے ہی پر نہیں آتی۔ اس لئے بندہ کی کوتاہ نظر میں کوئی خصوصیت ان مسائل کی نہیں ہے اسی لئے اوجز میں کوئی تفصیلی بحث ان مسائل میں نہیں کی جیسے اور مسائل پر مختصر کلام کیا ہے، تقریباً ویسے ہی ان پر بھی ہے۔ مکتوبات علمیہ از حضرت الشیخ صـ۵۸، مطبوعہ سہارنپور ۱۹۷۳ء)

تو کہنے سے مقصد یہ ہے کہ اصل ضرورت تو عقیدہ کی صحت و مضبوطی اور اس کے بعد اعمال صالحہ میں جد و جہد ہے ـــــ باقی مسائل علمی اختلاف اور ان کی حدود کا لحاظ رکھ کر اہل علم کسی وقت بات چیت کر لیں تو حرج نہیں لیکن مقصد زندگی یہی کچھ بنا لینا دانشمندی نہیں۔

اجتہاد اور تقلید بھی دو ایسے ہی موضوع ہیں جن پر ہمارے یہاں بے پناہ سر پھٹول ہوتا ہے کہ ایک طبقہ ہر کس و ناکس کے لئے اجتہاد کا دروازہ چوپٹ کھولنے کا دعویدار ہے۔ تو ایک طبقہ اس کا تصور بھی شاید کفر و حرام سمجھتا ہے۔ حتیٰ کہ جب اسلامی نظام کے نفاذ کی بات ہوتی ہے تو بعض بھلے لوگ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ بس صاحب فتاویٰ عالمگیری یا ہدایہ کو نافذ کر دو مسئلہ حل ہو جاتے گا ـــــ حالانکہ یہ حضرات یہ نہیں سمجھتے کہ ہدایہ تو بہت پہلے کی کتاب ہے عالمگیری جو زمانہ کے اعتبار سے بہت موخر ہے وہ بھی ان مسائل سے خالی ہے جو مسائل آج کے دور میں ملت کے لئے ایک چیلنج ہیں مثلاً آج معاشیات کا تمامتر انحصار بینک سسٹم پر رہ گیا ہے۔ اس سسٹم کی کیسے اصلاح ہو؟ یہ ایک نازک سوال ہے لیکن عالمگیری سے اس کا حل ممکن نہیں کہ بینک تو اس دور میں نہ تھے۔ عالمگیری کے مرتبین نے بے پناہ محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں کا انہیں بیحد اجر عطا فرماتے لیکن جو مسائل اس دَور کے نہ تھے ان کی وہ تنقیح کیا کرتے؟ کچھ اصول و کلیات تو ہر کتاب فقہ میں آپ کو مل سکیں گے لیکن دور حاضر کی گاڑی چلانے کے لئے آپ کو کس قسم کی اسکیم کی ضرورت ہے؟ اس کا اہتمام آپ کو خود کرنا ہوگا اور

اس کا نام اجتہاد ہے لیکن یہ واضح ہے کہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ اس کے اہل افراد ہی ایسا کر سکتے ہیں جن کا ذکر آگے آتے گا۔

رہ گیا تقلید کا مسئلہ، تو دلائل و براہین کی بات کو چھوڑ کر ذرا گفتگو کریں تو اسلام کی تمامتر سابقہ تاریخ میں دنیا بھر کے محدثین و مفسرین اور ائمہ اعلام ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے نظر آئیں گے۔ خود حضرات ائمہ حدیث بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ مقلد ہیں۔ سید الطائفہ شیخ جیلانی قدس سرہٗ تقلید کرتے نظر آئیں گے۔ امام ابن تیمیہؒ جیسے عبقری انسان بہرطور مقلد ہیں، حضرت الامام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ جن کو غیر مقلد ثابت کرنے کا بہت زور ہے وہ بھی مقلد تھے لیکن اس تقلید کا مفہوم کیا تھا ـــــ مولانا سعید احمد اکبر آبادی فرماتے ہیں:-

"حضرت شاہ ولی اللہ کی رائے ہرگز یہ نہیں کہ ائمہ اربعہ سے کتب فقہ میں جو کچھ منقول ہے اس پر تنقید کرنا یا اس سے انحراف یا اختلاف کرنا جائز نہیں ہے۔ ائمہ کے خود باہمی اختلافات اور ان کے تلامذہ کا ان سے اختلاف خود اس بات کی دلیل ہے کہ اگر ہمارے پاس قرآن و سنت سے دلائل قویہ ہوں تو ہم بھی ائمہ کی رائے سے اختلاف کر سکتے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب تفہیمات الٰہیہ صـ۲۱۱-۲۱۲ ج ۱ میں فرماتے ہیں" ملاء اعلیٰ کی طرف سے میرے دل میں ایک داعیہ پیدا ہوا اور وہ یہ کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے پیرو امت مرحومہ اور ان کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں ملاء اعلیٰ کے علوم کے منشا کے مطابق حق یہ ہے کہ ان دونوں کو ایک مذہب تصور کیا جائے پھر ان دونوں کو حدیث کی مدون کتب میں تلاش کیا جائے۔ پس اگر یہ دونوں مذہب اس کے مطابق ٹھہریں تو انہیں قبول کر لیا جائے اور اگر ان کی اصل کا پتہ نہ چلے تو انہیں چھوڑ دیا جائے ـــــ (فکر اسلامی کی تشکیل جدید صـ۲۸۲-۲۸۳ مطبوعہ لاہور)

اور آپ تلاش کریں تو مصنف عبدالرزاق ترتیب و تہذیب مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، اعلاء السنن مولانا ظفر احمد تھانوی اور کتاب الآثار لابی یوسف و محمد و زفر رحمہم اللہ تعالیٰ اور طحاوی شریف نیز خود مسند امام اعظم میں احادیث صحیحہ کا ذخیرہ ایک ایک مسئلہ کی تائید میں آپ کو مل جائے گا ـــــ شرط تلاش و تحقیق اور محنتؔ جستجو ہے"

بہرطور کہنا یہ تھا کہ تقلید کے تارک حضرات جو تاثر دیتے ہیں وہ بالکل غلط ہے اہل علم باقاعدہ کھوج کرید کرتے رہتے ہیں اور دیانت دارانہ اختلاف سے گریز نہیں کرتے ـــــ حضرت الامام شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ جیسا کہ ہم عرض کیا۔ بہرطور حنفی مقلد تھے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب اور مولانا محسن تیموی رحمہما اللہ الحطہ صـ۷۲ اور الیانع الجنی صـ۶ پر اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ شاہ صاحب حنفی تھے۔ لیکن بقول مولانا محمد منظور نعمانی آج کل کی اصطلاح میں حنفی اور غیر مقلد کے جو عرفی معانی شہرت پا چکے ہیں ان کے اعتبار نہ وہ حنفی تھے نہ غیر مقلد (الفرقان صـ۴۲۲) بلکہ ان کی شان جامعیت اور قرآن و سنت اور اس کے بعد فقہ کے معاملہ میں ان کے واضح احساسات تھے اور ان سب کی ترجمانی ـــــ "وصیت نامہ" ـــــ کے ان جملوں سے ہوتی ہے:-

"اس فقیر کی پہلی وصیت یہ ہے کہ اعتقاد اور عمل دونوں میں کتاب و سنت کو نہایت مضبوطی سے پکڑا جائے اور برابر ان میں تدبر جاری رکھا جائے

اور اگر عربی نہ جاننے کی وجہ سے خود نہ پڑھ سکتا ہو تو کسی دوسرے سے کم از کم ایک ورق دونوں کا ترجمہ ہی سن لیا کرے ——— اور عقائد میں قدماء اہلسنت کا مسلک اختیار کیا جائے اور سلف نے جس چیز کی کھود کرید نہیں کی اس کے پیچھے نہ پڑا جائے اور معقولیان خام جو شبہات پیدا کرتے ہیں۔ ان کی طرف مطلق توجہ نہ کی جائے اور فروع فقہ میں ان علماء محدثین کی پیروی کی جائے جو حدیث اور فقہ کے جامع ہوں اور ہمیشہ فقہی تخریجات کو کتاب و سنت پر ضرور پیش کیا جائے۔ ورنہ کالائے بد بریش خاوند والا معاملہ کیا جائے اور یہ یاد رکھا جائے، کہ امت کسی وقت "مجتہدات فقہا" کو کتاب و سنت کے جانچنے سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ اور ایسے متقشف فقیہ جو کسی عالم کی بات کو دستاویز بنا کر سنت کے تتبع سے بے پروا ہو گئے ہیں۔ ان کی بات تک نہ سنی جائے اور ان کی طرف کسی قسم کا التفات نہ کیا جائے بلکہ ان سے دور رہ کر خدا کی خوشنودی اور اس کا قرب حاصل کیا جائے۔"

اس وصیت کے بعد "فیوض الحرمین" ص۴۸ کی وہ عبارت دیکھیں جس میں مذہب حنفی کو عمدہ طریقہ بتلایا گیا ہے اور دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں سنت مشہورہ کے زیادہ موافق اسے کہا گیا ہے پھر انصاف ص۱۰، میں ہندوستان اور ماوراءالنہر کے مخصوص حالات کے سبب حنفیت اپنانے کو لازم اور اس کے ترک کو حرام قرار دیا گیا ہے ——— تو شاہ صاحب کا مسلک بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

ان تمام چیزوں کے باوجود وہ باب اجتہاد کو وا رکھنے کے علمبردار ہیں اور اس کی وجہ بڑی واضح ہے جسے آپ کے سکول کے ایک نمائندہ مولانا سعید احمد اکبرآبادی یوں ذکر کرتے ہیں کہ "ایک معمولی سوال ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخرالزمان ہیں اور قرآن آخری کتاب رہی تو زمانے کی ترقی کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن اور معیشت و معاشرت کے جو نئے نئے مسائل پیدا ہوں گے ان کا حل کس طرح ہوگا؟ جس طرح یہ سوال سادہ ہے اسی طرح اس کا جواب بھی سادہ اور بے تکلف ہے اور وہ یہ کہ اجتہاد کے ذریعے ——— (فکر اسلامی کی تشکیل جدید ص۲۸۱)

اس پر چوکنے کی ضرورت نہیں۔ حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اجتہد برائی خود اس کی سب سے بڑی دلیل ہے اور بقول مولانا اکبرآبادی تکمیل دین والی آیت میں جس تکمیل کا ذکر ہے اس کا تعلق اصول و کلیات سے ہے لیکن شریعت جو قوانین و ضوابط یعنی لاز اینڈ بائی لاز کا مجموعہ ہے اسے کامل قرار نہیں دیا گیا۔ اور زمانہ چونکہ برابر رواں دواں ہے انسانی تہذیب و تمدن ترقی پذیر ہیں۔ اس لئے اجتہاد ناگزیر ہے اور اس کی بنیاد

"قرآن، سنت، تعامل صحابہ، اجماع امت اور فقہی نظائر و شواہد ہونگے"
(تشکیل جدید ص۲۸۱)

اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"کہ اجتہاد فرض کفایہ ہے یہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ کسی زمانے میں اسے ترک نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر کسی زمانے میں اسے ترک کیا گیا تو سب اہل زمانہ گنہگار رہوں گے"
(الانصاف ص۶۶)

اور موطا کی شرح "مصفیٰ" ص۱۱ پر یہ بات زیادہ وضاحت سے کہی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"یہ جو ہم نے کہا ہے کہ

اجتہاد ہر زمانے میں فرض ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مسائل کثرت سے پیش آنے والے ہیں اور وہ لامحدود ہیں اور ان کے بارے میں احکام الہٰی کا جاننا واجب ہے کیونکہ کتب فقہ میں جو کچھ لکھا ہوا اور مدون ہے وہ ناکافی ہے۔ علاوہ ازیں ان میں اختلافات بہت زیادہ ہیں جن کا حل بجز اس کے کسی اور طرح نہیں ہو سکتا کہ جو احکام کتب فقہ میں مذکور ہیں ان کو ان کی دلیلوں کی روشنی ہی میں جانچا اور پرکھا جائے اور چونکہ ان دلیلوں کے جانچنے کے طریقے مجتہدین پر پہنچ کر منقطع ہو گئے ہیں اس بنا پر اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان دلیلوں کو قواعد اجتہاد پر پرکھا جائے۔"

علماء نے ایک مجتہد کے لئے لازمی قرار دے دیا ہے کہ وہ ان علوم میں طاق ہو اور ان اوصاف کا حامل ہو۔ لغت عرب، علم صرف، علم نحو، علم کلام، علم منطق، علم اصول فقہ، علم تفسیر بابت آیات احکام قرآنیہ، علم حدیث متعلق بالاحکام، علم بہ احوال الرواۃ بہ سلسلہ جرح و تعدیل اور ایسا ملکہ جو فروع کو اصول کی طرف لوٹا سکے۔

اجتہاد کے لئے یہ تمام چیزیں بنیادی اور ضروری ہیں اور ان کے بغیر اس وادی میں قدم رکھنا انتہائی جرم اور گمراہی کا سبب ہے یہ کہنا کہ عربی کی تھوڑی سی شُدبُد رکھنے والا ایک شخص قرآن و حدیث سے براہِ راست استفادے کا حق رکھتا ہے۔ اس اعتبار سے تو صحیح ہے کہ وہ ذاتی اصلاح اور محض فرض تبلیغ کی ادائیگی کے لئے اس طرح کام چلالے لیکن اجتہاد کارِ دیگر است اور محض عربی زبان کی واجبی جان پہچان سے یہ ملکہ حاصل نہیں ہو سکتا ——— بقول حضرت شاہ ولی اللہ ایک مجتہد کو یہ ملکہ حاصل ہونا چاہئے کہ اگر کوئی لفظ مشترک ہے تو اس کے معنی کی تعیین و تحدید کر سکے اور یہ دیکھے کہ رکن، شرط اور ادب یعنی حکم کی نوعیت کیا ہے؟ وہ فرض ہے، واجب یا مستحب؟ مشروط ہے یا غیر مشروط، مطلق ہے یا مقید ہے؟ عام ہے یا خاص، اس کی علت کیا ہے۔ نص میں جو قیدیں ہیں وہ احترازی ہیں یا اتفاقی۔ اور ان سب کے بعد یہ دیکھے کہ منصوص اور غیر منصوص میں کوئی علت مشترکہ ہے یا نہیں۔؟ دلیلیں مختلف ہوں اور ان میں بظاہر تعارض ہو تو دیکھنا چاہئے کہ ان میں تطبیق ممکن ہے یا نہیں؟ اور ممکن نہیں تو کسی ایک کو ترجیح دینا ہوگی اور وجوہ ترجیح تلاش کرنا ہوں گے۔ (مصفی ص۱۸)

حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ نے قانون سازی میں قومی عادات و خصائل کو بڑی اہمیت دی ہے اور لکھا ہے کہ ہر قوم کی مخصوص عادات ہوتی ہیں، جن سے وہ قوم مانوس ہوتی ہے، ان کی رعایت نہ کی جائے تو لوگ متوحش ہو کر رہ جائیں گے، اور نظام میں خرابی پیدا ہو گی ———

حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:-

"پس اس سے بہتر اور آسان تر کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ شعائر و حدود اور مصالح عامہ کے باب میں اس قوم کی عادات کا اعتبار کیا جائے جس میں پیغمبر کی بعثت ہوئی ہے نیز بعد میں آنے والی نسلوں پر ان امور کے بارے میں زیادہ سختی نہ کی جائے۔ اور ان کو فی الجملہ ہی ان پر باقی رکھا جائے کیونکہ پہلے لوگ تو اپنے دلوں کی شہادت اور اپنی عادات کے باعث ان احکام کو قبول کریں گے مگر بعد میں آنے والی نسلیں تو ان چیزوں کو ملت کے

(باقی ۲۷ پر)

محمد فاروق قریشی

(۲)

عِلم و فکر کا المیّہ

اہل بیت جیسا عام فہم لفظ جس کا اردو ترجمہ گھروالے مستعمل ہے، کے بارے میں بھی عجیب وغریب لن ترانیاں سینکڑوں اوراق پر محیط ہیں جس کو جناب فضل حق صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے لیکن وہ براہِ راست قرآنِ ناطق کے دروازے پر دستک دینے چلے گئے۔

ایک لمحہ کے لئے پہلے اس لفظ کی ترکیب ومعنیٰ پر غور کرلیں تو معلوم ہوگا کہ لفظ اہلِ بیت لغتِ عرب میں ازدواج ہی کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور اس لفظ کا ترجمہ ہر زبان میں ازدواج ہی ہے۔ چنانچہ فارسی میں اہلِ خانہ اور اردو میں گھروالے انہی معنوں میں بولا جاتا ہے۔

یہ کوئی پرپیچ بات نہیں کہ اہل بیت ہر شخص کے وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اس کے گھر میں رہتے ہیں اور ہر زمانے کی رسم وعادت یہی ہے ہر شخص کی بیبیاں ہمیشہ اس کے گھر میں رہتی ہیں جبکہ ازواج کے لئے بیٹے بیٹیوں کا ہمیشہ کے لئے کسی کے گھر میں رہنا شاذونادر خلافِ عادت اور اتفاقی امر ہے۔ اور خاص کر سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی حالت ظاہر ہے کہ آیہ تطہیر کے موقع پر سوائے آپ کی ازواج مطہرات جن میں عائشہ صدیقہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت سودہؓ، حضرت ام سلمہؓ حضرت صفیہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت جویریہؓ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہتی تھیں۔ لہٰذا آیۂ تطہیر کی مخاطب ازواج رسولؐ ہی ہیں۔

یہاں بعض علماء کی طرف سے ایک ابہام پیدا کیا جاتا ہے وہ آیات کے شانِ نزول کو قطعاً نظر انداز اور آیۂ تطہیر کے ترجمہ سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ان روایات کی طرف چلے جاتے ہیں جس میں ہادیٔ برحقؐ نے حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ اور حضرات حسنینؓ کو بھی اہلِ بیت میں شامل کرتے ہوئے ان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ "بھی" کو "ہی" کردینے سے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی گئی۔ آیت کے اصل مخاطب یعنی ازواجِ رسولؐ کے بارے میں حیرت واستعجاب کا اظہار کیا جارہا ہے لہٰذا اس سلسلے میں آیتِ تطہیر کی ابتدار ملاحظہ فرمائیے:۔

"اے نبیؐ اپنی ازواج سے کہہ دو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی آسائش چاہتی ہو تو میں تمہیں کچھ مال دے دوں اور اچھی طرح رخصت کردوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا بڑا بدلہ تیار کررکھا ہے۔" (القرآن)

مزید مخاطب کیا جاتا ہے۔

اے نبی کی بیبیو "یانساء النبی" (القرآن)

آیت کے آخر میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ:

"اپنے گھروں میں قرار پذیر رہو، اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنی زیب وزینت دکھاتی نہ پھرو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے نجاست کو دور کرے اور تم کو خوب پاک کردے اور اللہ کی آیتیں اور حکمت جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں (ان کو یاد کیا کرو) بیشک اللہ پاکیزہ باخبر ہے۔" (القرآن)

درج بالا آیاتِ قرآنی سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس کی مخاطب ازدواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

اس میں کسی قسم کا ابہام اور الجھاؤ نہیں اور پھر یہ بات تو جناب فضل حق صاحب جانتے ہی ہوں گے قرآن میں کہیں تضاد اور اضطرار نہیں پایا جاتا بیشتر مقامات پر قرآنی آیات دوسری آیات کی خود تفسیر کرتی ہیں۔ اگر لفظ اہل بیت واقعی مہمل اور گنجلک لفظ ہے تو آیئے قرآن کی دوسری آیت سے اس کی تشریح دیکھ لیتے ہیں۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہ کو فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی اور انہوں نے اپنے بانجھ ہونے اور اپنے شوہر کے بوڑھے ہونے کے باعث اس بشارت پر تعجب کیا تو فرشتوں نے ان کو جواب دیا:

"کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو۔ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت ہے اور اس کی برکتیں ہیں بے شک وہ ستودہ اور بزرگ ہے۔" (القرآن)

امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ نص صریح ہے کہ ازدواج مطہرات اہل بیت ہیں۔ یہاں بالاتفاق بیت النبی مراد ہے۔

حضرت ابن عباسؓ وعکرمہؒ وعطاء وکلبی ومقاتل وسعید بن جبیرؓ نے کہا کہ یہاں اہل بیت فقط زوجات رسول اللہ خاصۃً ہیں اور بیت سے آپؐ کی ازدواج کے گھر مراد ہیں۔

ابن جریر وابن ابی حاتم باسناد صحیح اور عکرمہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول تو خاصۃً ازدواج مطہراتؓ کے حق میں ہوا ہے۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جو کوئی چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں کہ اس آیت کا نزول بشانِ ازدواجِ رسولؐ ہوا ہے۔

(تفسیر مواہب الرحمان جلد ۸ صفحہ ۱۰)

"اہل بیت سے مراد رسول اللہؐ کے گھر کے لوگ ہیں، عکرمہ اور مقاتل کے نزدیک امہات المومنینؓ مراد ہیں حضرت ابن عباس کا قول سعید بن جبیر کی روایت سے بھی یہی آیا ہے۔"

اصل میں اہلِ بیت کے لفظ کا اطلاق صرف بیویوں پر ہوتا ہے اولاد اور دوسرے گھروالے ذیلی طور پر اس میں آجاتے ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میرے گھر میں آیت تطہیر نازل ہوئی تو رسول اللہؐ نے فاطمہؓ وعلیؓ اور حسنینؓ کو بلوایا پھر فرمایا یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں فرمایا کیوں نہیں۔

(تفسیر مظہری جلد نہم صفحہ ۳۶۹-۷۰)

علامہ زمخشری جو لغتِ عرب کے مسلم الکل امام ہیں اپنی معرکۃ الآرا تفسیر میں آیہ تطہیر کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"اللہ نے پہلے ازدواج النبی کو خاص نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا پھر ایک عام حکم جمیع عبادات کے متعلق دیا کیونکہ یہ دونوں عبادتیں بدنی اور مالی اصل تمام عبادات کی ہیں۔"

"اور یہ آیت روشن دلیل اس بات کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں آپؐ کے اہل بیت سے ہیں۔"

"اللہ باخبر ہے خوب جانتا ہے کہ تمہارے حق میں کونسی چیزیں دین میں نافع ہیں لہٰذا وہی چیزیں نازل کرتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص نبوت کے لائق ہے اور کون لوگ اہل بیت بننے کے لائق ہیں۔"

(تفسیر کشاف)

موصوف کو حدیث کساء کی بنا پر مغالطہ ہوا ہے جس کے مطابق آیۂ تطہیر کے نزول کے بعد رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ پر اپنی چادر مبارک ڈال کر ان سے دعا فرمائی کہ "اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں الٰہی تو ان سے بھی رجس کو دور کردے اور ان کو کمالِ پاکیزگی سے پاک کردے۔"

اس سلسلے میں گذارش یہ ہے کہ اول تو کوئی حدیث کسی بھی قرآنی آیت سے متصادم نہیں لیکن اگر کہیں ایسا محسوس ہو تو اولیت قرآن ہی کو دی جائے گی جیسا کہ موصوف نے بھی فرمایا ہے۔

اور پھر جبکہ قرآنی آیت واضح اور مبرہن ہیں تو بقول فضل حق صاحب کسی مفسر اور محدث کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔

اتفاق سے حدیث کساء بھی صحیح ترین حدیث نہیں ہے کیونکہ یہ مختلف راویوں سے مروی ہے اور اس میں اضطراری کیفیت پائی جاتی ہے۔

اور پھر علماء کے معیار کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنی طالب علمی کی حیثیت سے اس کو صحیح حدیث بھی مان لیں تو بھی یہ حدیث اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ اہل بیت سے ازدواج رسولؐ مراد نہیں ہیں۔ کیونکہ اس حدیث کے مطابق تو آنحضرتؐ نے دعا فرمائی ہے اور یہ بھی تو حدیث میں آتا ہے کہ جب رسول اللہؐ نے دعا فرمائی تو حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ:

"یارسول اللہ کیا میں آپ کے اہلِ بیت سے ہوں؟"

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم اپنی جگہ پر رہو، تم تو پہلے ہی بہتری میں ہو۔"

مزید ارشاد ہوتا ہے:

"تم تو میری ازدواج میں سے ہو۔"

(ابن جریر عن ابن کریب محمد بن علاء
عن فضیل بن مرزوق)

جس سے واضح ہے کہ تم تو حقیقتاً لفظ اہل بیت سے مراد ہی ہو تمہارے داخل کرنے کی اور تمہارے لئے دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر حدیث کساء کی بنا پر حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ و حسینؓ کو اہل بیت مان لیا جائے تو دیگر احادیث کی بنا پر یہ تخصیص صرف انہی چار بزرگوں کی نہیں بلکہ:

"بہت سی احادیث آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ ازدواجؓ کے حضرت علیؓ و فاطمہؓ حضرت حسنؓ و حسینؓ بلکہ بعض دیگر کو بھی اس آیت کی کرامت میں شامل ہونے کی بزرگی حاصل ہوئی ہے۔"

(تفسیر مواہب الرحمان جلد ۱ ص ۵)

دوسری روایات میں حضرت عباسؓ اور ان کے فرزندوں کے لئے بھی اس قسم کی دعا منقول ہے اور حضرت سلیمان فارسی کے لئے بھی لفظ اہل بیت مستعمل ہوا ہے۔

حضرت واثلہؓ بن اسقع کی طویل حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کو بھی اس گروہ اطہار میں شامل کیا ہے۔

حیرت ہے کہ آیت تطہیر جیسی واضح اور غیر مبہم آیت کے مقابلے میں لوگوں نے ضعیف روایات کو ترجیح دے کر صورتحال کو کسقدر پیچیدہ کر دیا ہے۔

فاضل مضمون نگار نے آیہ تطہیر کی تفسیر حدیث کساء سے کرنے کے بعد آیت مباہلہ کا بھی حوالہ دیا ہے۔

یہ سورۂ آل عمران کی غالباً اکسٹھویں آیت ہے جس میں نجران کے عیسائیوں کو خدا کے رسول نے چیلنج کیا ہے۔

"آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی ذاتوں کو اور پھر گڑگڑا کر دعا مانگیں، پھر کریں ہم اللہ کی لعنت جھوٹ بولنے والوں پر۔" (آل عمران)

لسان نبوتؐ سے چیلنج سن کر عیسائی وفد جو عبداللہ بن شرحبیل کی قیادت میں تھا چلا گیا۔ ادھر سرکار دو عالمؐ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ وہ اپنے اہل خانہ کو لے کر گھر آ جائیں تاکہ مباہلہ میں جا سکیں۔

درج بالا روایت سے کچھ لوگوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی کہ "انفسنا" سے مراد خود رسالتمآبؐ اور حضرت علیؓ ہیں، "نساءنا" سے مراد حضرت فاطمہؓ جبکہ "ابناءنا" سے حضرات حسنینؓ مراد ہیں۔

اس لئے اہل بیت سے مراد صرف پنجتن ہیں۔

فضل حق صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ "اگرچہ "نساءنا" جمع کا صیغہ ہے لیکن قرآن ناطق نے اس کی تفسیر حضرت فاطمہؓ سے فرمائی۔"

صاحب علم جانتے ہیں کہ ان کا یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ آیت میں جمع کا صیغہ اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ اس سے مراد صرف حضرت فاطمہؓ نہیں ہو سکتیں۔ حدیث مبارکہ میں صرف حضرت علیؓ کو کہنا یا بلانا تو ثابت ہے لیکن یہ کہیں ثابت نہیں کہ حضور اکرمؐ ان بزرگوں کو لے کر نکلے بھی تھے کیونکہ اس کی نوبت ہی نہ آئی۔

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مباہلہ ہوا ہی نہیں بلکہ نصرانیوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا تھا۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں۔

"مباہلہ کا انجام کہیں تصریحاً تو نظر سے نہیں گزرا مگر حدیث میں قصۂ مذکور کے متعلق اتنا ہے کہ اگر وہ لوگ مباہلہ کر لیتے تو ان کے اہل اور اموال سب ہلاک ہو جاتے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جل جاتے اس کو جلالین نے احمد بن عباس کی روایت سے نقل کیا ہے۔"

(تفسیر بیان القرآن)

"بات اصل میں یہ تھی کہ حضرت علیؓ چونکہ آپؐ سے علیحدہ رہتے تھے اس لئے مباہلہ میں ان کو شریک کرنے کے لئے آپؐ نے ان کو اپنے گھر بلا لیا لیکن مباہلہ کی نوبت ہی نہ آئی اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کرتے تو حضرت نبی اکرمؐ ازدواج مطہراتؓ کو بھی یقیناً ساتھ لے چلتے اور تمام مسلمانوں کو اپنے اہل و عیال سمیت مباہلہ کے لئے نکلنے کا حکم دیتے۔"

(تفسیر جواہر القرآن)

آیت مباہلہ کی بنا پر صرف حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ ہی اہلبیت قرار نہیں دیے جا سکتے کیونکہ اس سلسلے میں بھی مختلف روایات موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگوں کے علاوہ اور بہت سے خاندان بھی اس مرحلہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔

چنانچہ درمنثور جلد دوم ص ۴۰ اور روح المعانی جلد اول ص ۴۰۶ میں ہے کہ:

ابن عساکر نے امام جعفر صادقؒ سے انہوں نے اپنے والد سے اس آیت کے متعلق روایت کیا ہے کہ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بھی مع ان کی اولاد کے بلا لیا تھا اور حضرت عمرؓ کو بھی مع ان کی اولاد کے اور حضرت

عثمانؓ کو بھی مع ان کی اولاد کے اور حضرت علیؓ کو بھی مع ان کی اولاد کے۔"

اگر آیت مباہلہ کی بنا پر ہی اہل بیت کا تعین ہونا ہے تو وہ تمام خاندان اہل بیت قرار پائیں گے جو اس مرحلہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔

علامہ ابوحیان اندلسی فرماتے ہیں:۔

"اگر نجران کے عیسائی مباہلہ کا عزم کر لیتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو اپنے اہل سمیت نکلنے کا حکم فرماتے۔

(بحر ج ۲ ص ۴۷۹)

"ابناءنا و نساءنا و انفسنا"

یہ تمام جمع کے صیغے ہیں اس مباہلہ میں تمام مسلمان جمع ہو گئے تھے۔

چنانچہ مروی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسنؓ و حسینؓ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادے اور حضرت عثمانؓ اور ان کے صاحبزادے بھی نکلے تھے۔"

(تفسیر صدیقی، آل عمران ص ۱۲۴)

تقریباً یہ بات تو واضح ہو گئی کہ اس مباہلہ میں صرف حضرت علیؓ کے اہل خانہ ہی نہیں بلکہ دیگر اصحاب کبارؓ بھی مع اپنے اہل کے رسول اللہؐ کے ہمراہ تھے۔ لیکن یہاں پر قدرتی طور پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کو مباہلہ کے لئے اس لئے بلا لیا گیا کہ وہ حضرت رسول اکرمؐ کے گھر سے علیحدہ رہتی تھیں تو دیگر تین صاحبزادیوں کو کیوں نہیں بلایا گیا؟ کیا وہ اہل بیت میں شامل نہ تھیں؟

اس کی تحقیق میں تاریخ کے صفحات مزید الٹنے ہوں گے۔ دیکھئے آیت مباہلہ غالباً ذوالحج ۹ھ میں نازل ہوتی ہے لیکن اس وقت بنات طاہراتؓ میں سے صرف فاطمہ رضی اللہ عنہا نظر آتی ہیں اس لئے کہ:

۱۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ۲ھ میں انتقال کر جاتی ہیں۔

۲۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ۸ھ میں ہو جاتا ہے۔

۳۔ جبکہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اسی برس یعنی ۹ھ میں لیکن مباہلہ سے قبل شعبان میں انتقال فرما جاتی ہیں۔

اس لئے بنات رسولؐ میں اس واقعہ کے موقعہ پر صرف خاتون جنت حضرت فاطمہؓ تھیں (جن کا انتقال شعبان ۱۱ھ میں ہوا) لہٰذا ان کو بلا لیا گیا۔

سطور بالا سے آیت تطہیر اور آیت مباہلہ کی تشریح و تعبیر تقریباً نکھر کر سامنے آ گئی ہے اور اس میں قطعاً کوئی ابہام اور بھول نہیں کہ اس کا مصداق و مراد کیا ہے۔

ہم نے جو بات کہی مستند حوالوں کی بنا پر کہی اپنی طرف سے کوئی بات کہنے کی نہ تو ہم پوزیشن میں ہیں اور نہ ہی ہم نے ایسی کوئی جسارت کی ہے۔ اہل بیت اطہار کی محبت وعظمت ہمارے ایمان کا جزو اعظم ہے یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ کم فہم و کم سواد ہماری اس کوشش کو منفی انداز اختیار کرتے ہوئے یہ معنیٰ پہنائیں کہ خدانخواستہ ہم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کی فضیلت و بزرگی میں دوسروں کو شامل کرنے کی کاوش کی ہے ـــــ العیاذ باللہ۔

ان بزرگوں کی محبت میں ہم خود کو کسی دوسرے سے جونیئر نہیں سمجھتے لیکن ہم ان کا مقام ان کی تعلیمات کے مطابق رکھتے ہیں اور اس سوچ کو امت کی اجتماعیت کے خلاف ایک سازش خیال کرتے ہیں۔ کہ چند بزرگوں کی فضیلت کی آڑ میں ہم دوسرے بزرگوں کی کسر شان کو بنیاد دین ٹھہرائیں۔

ضروری اعلان

شاہ ولی اللہ کی فکری نشست
۱۲ر فروری بروز ہفتہ بعد نماز مغرب لائبریری مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ میں منعقد ہو گی۔
صدارت مولانا عبیداللہ انور فرمائیں گے۔ جبکہ مقالہ پروفیسر محمد اسلم (جامعہ پنجاب) پیش کریں گے
عبدالرؤف فاروقی
(معتمد سوسائٹی)

مشائخ کانفرنس

۱۵/۱۶ اپریل ۸۳ء جمعہ، ہفتہ کو مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ عقب کچہری ملتان میں مشائخ کانفرنس ہو رہی ہے۔ جس میں ملک بھر کے ممتاز علماء کرام و مشائخ عظام شرکت فرما کر تصوف، تزکیہ، سلوک کی منظم توسیع پر غور کریں گے۔
غلام قادر مہتمم مدرسہ ہذا

مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلی

بریلوی ترجمۂ قرآن کا علمی تجزیہ

رابطہ عالم اسلامی نے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ترجمۂ قرآن پاک بنام کنز الایمان پر پابندی لگا دی ہے'

اس پابندی پر بریلوی حضرات بہت چراغ پا ہیں' لیکن ان ناراض ہونے والے بھائیوں کو شاید یہ معلوم ہی نہیں کہ مولانا بریلوی کے ترجمہ اور مولانا نعیم الدین صاحب کے حاشیہ میں اصولِ ترجمہ اور اُمت کے مسلّمہ اور متفقہ عقائد کے خلاف کتنا قابلِ اعتراض مواد پایا جاتا ہے'

اکابرِ علماء دیوبند نے احتیاط کی بناء پر خانصاحب کے بعض مبتدعانہ امور قریب بہ شرک خیالات پر غلبہ محبت کا پردہ ڈال کر خانصاحب کو تکفیر سے بچانے کی کوشش کی ہے' لیکن جہاں تک قرآن کریم کے ترجمہ کا تعلق ہے اس میں غلبۂ محبت کی تاویل ناقابلِ تسلیم ہے۔

کتاب اللہ العظیم اسلام کے بنیادی تصورات و عقائد کی اوّل اور آخر کتاب ہے' اس کے عجمی ترجمہ میں کسی فرقہ کا اپنے مزعومہ خیالات کو داخل کرنا انتہائی ضلالت و خیانت کی بات ہے'

تمام علماء اُمت اس امر پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کے عجمی ترجموں میں شاہ ولی اللہ الدہلوی کا فارسی ترجمہ اور ان کے صاحبزادوں شاہ رفیع الدین صاحب کا اُردو لفظی ترجمہ اور شاہ عبدالقادر صاحب کا بامحاورہ ترجمہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر عزیزی فارسی کو درجہ سند حاصل ہے۔

اور ان حضرات کے بعد جن علماء کرام نے اردو زبان کے بدلتے ہوئے اسلوب کو سامنے رکھکر ترجمہ کیا انہوں نے ان تراجم کو ماخذ اور اصل کے طور پر پیش نظر رکھا اور ان حضرات کے قائم کئے ہوئے حدود سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالا۔

ان حضرات ثلثہ اور قرآن فہمی کے ان تینوں اماموں نے اپنے تراجم میں جس چیز کا سب سے زیادہ خیال رکھا وہ یہ ہے کہ غیر مستند تفسیری اقوال کو ہاتھ نہیں لگایا اور ترجمہ میں شرعیت کی اصل مراد واضح کرنے کیلئے حضرات صحابہؓ اور تابعین کرامؒ کی توجیہات و تاویلات کو پیشِ نظر رکھا'

اربابِ تحقیق نے تفسیری روایات پر کھل کر کلام کیا ہے کیونکہ اس ذخیرہ میں اسرائیلی خرافات کا جو بڑا حصہ شامل کر دیا گیا ہے اور تصوف کے نام پر جو غیر عقلی لطائف ملا دیئے گئے ہیں ان سے اسلام کو زبردست نقصان پہنچا ہے یہاں تک کہ عربی مدارس کے نصاب میں داخل مشہور تفسیر "جلالین" بھی ان اسرائیلی خرافات سے بالکل محفوظ نہیں رہ سکی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنے مبتدعانہ خیالات کے لئے ضعیف روایات اور صوفیانہ اشارات کو ماخذ بنایا ہے اور پھر اپنے خیالات کے مطابق قرآن کریم کو ڈھالنے کی نہایت بھدی کوشش کی ہے'

خانصاحب بریلوی علم غیب کلی کا عقیدہ رکھ سکتے ہیں وہ جانیں' لیکن قرآن کریم کو اس مبتدعانہ خیال کے مطابق ڈھالنے کا اختیار انہیں حاصل نہیں ہو سکتا'

وہ جگہ جگہ یا ایھا النبی کا ترجمہ "اے غیب جاننے والے" کرتے ہیں' اور ان آیات میں یہ ترجمہ بالکل مضحکہ خیز ہو جاتا ہے جہاں قرآن کریم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو وحی الٰہی کا تابع بنا کر یہ کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی کی روشنی میں فرماتے ہیں اور جن معاملات میں وحی الٰہی کی روشنی نہیں ہوتی وہاں وہ ایک بشر اور ایک انسان ہوتے ہیں اور ایک عام انسان کی طرح اپنی رفیقۂ حیات پر منافقین کی طرف سے لگائے گئے الزامات پر پریشان رہتے ہیں اور بے چینی کے عالم میں ایک ایک رفیق سے حقیقت حال کی جستجو فرماتے ہیں ۔۔۔ یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عبدیت ہے' اور اس بے چینی اور بے قراری میں آپؐ کی سیرتِ پاک کا بے پناہ حُسن جھلکتا ہے'

خانصاحب بریلوی کی قرآن فہمی اور تفسیر دانی کی صلاحیت اس وقت مشکوک ہو جاتی ہے جب وہ ہجرت کے مسئلہ پر ایک نہایت بوگس یہودی روایت کو اختیار کرتے ہیں اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی پروپگنڈہ کو تسلیم کر کے تبوک کی طرف ہجرت کر جانے کے لئے اقدام فرمالیا اور پھر وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔ دیکھو کنز الایمان صفحہ ۳۴۶ اور اس کا حاشیہ نمبر (۱۲) اور الاعراف آیت (۱۵۸) کی تفسیر کے تحت کیا لکھا ہے۔

ایک طرف علم غیب کے عقیدہ کا اتنا غلبہ کہ گویا سارے ایمان و محبت کا یہی حاصل ہے اور دوسری طرف اسقدر کم فہمی اور بدذوقی کہ یہودی خرافات کو تسلیم کر لیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و تدبر اور مقام عصمت کا بھی خیال نہ رکھا گیا۔

قرآن کریم کی نہایت اہم اور پیچیدہ معانی رکھنے والی آیات کی نزاکت پر تو خانصاحب کی نظر پڑتی ہی نہیں' ان آیات پر پہنچکر خانصاحب کا علم تفسیر اپنی سطحیت کو نمایاں کئے بغیر نہیں رہتا' مثال کے طور پر الانعام (۸۳) کی مشہور آیت الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم الخ

علماء تفسیر کو اس آیت کے مفہوم کی وضاحت کرنے میں بڑی کاوشیں کرنی پڑی ہیں مگر خانصاحب کے ترجمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خانصاحب کو نہ لفظ ایمان

کی تحقیق ہے اور نہ لفظ ظلم کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کا علم ہے'

دیکھو کنز الایمان صفحہ (۱۶۴)

اور اس کے ساتھ دیکھو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ موضح فرقان کا مقدمہ' جس میں حضرت شیخ نے اس آیت کی معنوی گہرائی پر روشنی ڈالی ہے' گناہوں کے استغفار والی آیات میں تو خانصاحب نے غلبہ محبت کا وہ بھونڈا مظاہرہ کیا ہے کہ کلام اللہ کی معنوی اور ادبی عظمت ختم ہو کر رہ گئی ہے ترجمہ کی حد تک ائمہ تراجم شاہ ولی اللہؒ' سید شریف جرجانی اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر صاحب میں سے کسی امام ترجمہ نے ایسی تاویل نہیں کی' کیا وہ حضرات محبت رسولؐ کے جذبہ سے خالی تھے ۔ ؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ الفتح کی ابتدائی آیات صفحہ (۶۵۷) اور سورۂ محمدؐ کا آیت (۱۹) صفحہ (۶۰۵) کا ترجمہ کرتے وقت خانصاحب کو عربی کے لفظ ذنب کی حقیقت معلوم ہی نہیں تھی' اور نہ عربی کے لفظ استغفار اور غفر کے معنی معلوم تھے۔

اسلام میں عصمت انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ مسلمات میں سے ہے لیکن عصمت انبیاء بھی خدا تعالیٰ کے تقدس اور اُس کی سُبحانیت میں فرق کبھی تسلیم کیا گیا ہے اور یہ بھی توحید اسلامی کا بنیادی مسئلہ ہے۔

[illegible] نا نعیم الدین صاحب نے ما اھل لغیر اللہ (البقرہ ۱۷۳) کے تفسیری حاشیہ میں لکھا ہے کہ وہابی جو وقت ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ آیت کے معنی میں غلطی کرتے ہیں ۔۔۔ اور ان کا قول تمام تفاسیر معتبرہ کے خلاف ہے ۔۔۔ جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو وہ حرام نہیں ہے (کنز الایمان صفحہ ۱۲۷)

حالانکہ تمام تفاسیر معتبرہ' تفسیر کبیر امام رازی' تفسیر ابن کثیر' فتح البیان تفسیر عزیزی شاہ عبدالعزیز صاحب میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ جس حلال جانور کو اولیاء و صالحین کے لئے نامزد کر دیا جائے' "خواجہ کا بکرا' شیخ سدّو کا بکرا' وغیرہ اگر اسے خدا کا نام لیکر بھی ذبح کیا جائے تب بھی وہ حلال نہیں ہو گا' حرام ہی رہے گا' اہلِ بدعت خواجہ کے بکرے کو ابا اور اماں کے بکرے پر قیاس کر کے اسے حلال کہتے ہیں مگر وہ نہیں سمجھتے کہ ابا کے بکرے میں جو نسبت ہے اس میں تقرب' رضا جوئی اور عقیدت کی نیت نہیں ہوتی' ثواب پہنچانے کی نیت ہوتی ہے ۔۔۔ خواجہ صاحب سے مراد پوری ہونے اور اولاد ہونے کی اُمید ہوتی ہے اور انہیں خوش کرنا مقصود ہوتا ہے

اس مسئلہ کا فیصلہ عرف عام پر ہو گا' ہندوستان میں خاص طور پر جو مشرکانہ ماحول ہے اس کا تقاضا ہے کہ حلت و حرمت کے معاملہ میں احتیاط کا پہلو اختیار کیا جائے اور یہ وہابیوں کا مسئلہ نہیں ہے علماء حق کا فیصلہ ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار وہابی علماء میں نہیں ہے'

مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی نے شاہ صاحب سے فیض حاصل کیا ہے اور حدیث پڑھی ہے' اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک اصلاح کے لب و لہجہ اور طریقہ' کار سے اختلاف کیا تھا اور مفتی صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی پس پردہ مولانا فضل حق صاحب کی مدد کرتے تھے'

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کو شاہ ولی اللہ کے صاحبزادوں میں صاحب نسبت بزرگ کہا گیا ہے' مولانا گنج مرادآبادی کا قول ہے شاہ صاحب نے ما اھل کا ترجمہ کیا ہے "جس چیز پر نام پکارا اللہ کے سوا کا" ۔۔۔ یہ ترجمہ ذبح کے ساتھ خاص نہیں ہے' اس میں ذبح سے پہلے نامزد کرنا بھی شامل ہے'

پھر شاہ صاحب کا تفسیری حاشیہ یہ ہے۔ "یعنی اور جو خدا کے سوائے کسی کے نام پر ذبح کیا اور جو کسی مکان کی تعظیم پر ذبح کیا سوائے خانۂ خدا"

شاہ صاحب آیت النحل (۵۶) پر یہ تفسیری نوٹ لکھتے ہیں'

"یہ انکو فرمایا جو اپنے کھیت میں' مویشی میں' تجارت میں اللہ کے سوائے کسی کی نیاز ٹھیراتے ہیں' سب مال اللہ کا ہے اور کسی کا حق نہیں' مگر اللہ کی راہ میں دے اپنے ثواب کو' پھر اپنے بدلے ثواب کسی کو دلوا دے۔"

قرآن کریم نے لقمان آیت (۳۴) میں خدا تعالیٰ کی علمی برتری اور خالق اور مخلوق کے علم حقیقی اور علم عارضی اور عطائی کے درمیان [illegible] نمایاں فرق کا اظہار کیا ہے کہ ان پانچ باتوں کا علم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے

یہ صفت علم میں توحید و یکتائی کا مسئلہ ہے اور اُمت مسلمہ کے درمیان اس مسئلہ میں ہزار وں برسوں سے اتفاق ہے لیکن بعض صوفیاء غیر مستند تفسیروں (عرائس البیان اور روح البیان وغیرہ) نے بعض مجہول قول ایسے نقل کر دیئے ہیں جن سے اس مسلّمہ عقیدہ کو بھی اختلافی عقیدہ بنا دیا ہے اور قیامت کے علم کو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے'

زندگی بھر جس رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے علم کی اپنی ذات سے نفی کی اور یہ فرمایا کہ قیامت کا علم خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں'

اس کے متعلق ایسی مضحکہ خیز بات کہی گئی کہ خدا تعالیٰ نے وصال سے چند ساعت پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیامت سے مطلع کر دیا تھا'

خانصاحب بریلوی اور ان کے شاگرد رشید مولانا نعیم الدین صاحب مرحوم کو خاندان ولی اللہ رح اور ان کی جماعت کے بزرگوں کی سرپرستی میں قرآن کریم کو سمجھنے کی توفیق نصیب ہوتی تو وہ اس آیت پاک کے اسلوب پر غور کرتے اور ان پر منکشف ہوتا کہ خدا تعالیٰ نے قیامت کے علم کو جملہ اسمیہ کے اسلوب میں بیان کیا اور بعد کی چار باتوں کو فعل مضارع سے جملہ فعلیہ کے ساتھ بیان کیا۔

آخر اسلوب کی یہ تبدیلی کیوں کی گئی؟ ۔۔۔ اس میں یہ لطیف علمی اشارہ پوشیدہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا علم کسی صورت میں اور کسی وقت بھی کسی مخلوق پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا' یہ کائنات کی مصلحت کلی کے خلاف ہے البتہ اس بات کا امکان ہے کہ باقی چار چیزوں میں سے کسی چیز کا علم

کسی معجزہ اور خرق عادت کے طور پر کسی رسول و نبی کو عطا کر دیا جائے' یا کوئی سائنسی مشین ایسی ایجاد ہو جائے' کہ اس کے ذریعہ ماں کے پیٹ میں پرورش پلنے والے بچہ کے مذکر یا مونث ہونے کا علم حاصل ہونے لگے'

اگر ایسا ہوگا تو وہ قرآن کریم کے خلاف نہیں ہوگا' ۔۔۔ لیکن کیا اس کا نام علم غیب رکھا جائے گا۔ ؟

یہ انتہائی غیر علمی انداز خانصاحب مرحوم کے محشی مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی نے اختیار کیا ہے' دیکھو کنز الایمان صفحہ (۷۹۴)

مولانا مرحوم اس طبقہ بریلویہ میں بڑی علمی شہرت کے آدمی کہے جاتے تھے مگر اس حاشیہ کو پڑھکر اندازہ ہوتا ہے کہ محشی مرحوم کے علم سے قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی مستند معلومات اتنی دور ہیں اور ان کا مبلغ علم روح البیان' و انیس البیان اور مولانا روم کی مثنوی سے آگے نہیں۔

علامہ اقبال مرحوم نے ایسے ہی تاویل باز علماء کے لئے کہا ہے ؎

تاویل بڑھ کے اقرب بالکفر ہوگئی
کچھ بھی نہیں ہے شیخ تیرے علم و فن سے دور

نبی کا ترجمہ غیب بتانے والے کی نہایت مضحکہ خیز مثال سورۂ تحریم میں ہے اس میں قرآن کریم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حلال چیز (شہد) کے حرام کرنے پر قانونی جواب طلب کیا ہے اور اسلام میں قانون کا کس درجہ احترام کرنا ضروری ہے' اس کا مظاہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے'

کیا ایک غیب جاننے والا انسان خدا کی مرضی کے خلاف ایک حلال شے کو استعمال نہ کرنے کی قسم کھا کر اسے اپنے اوپر حرام کر سکتا ہے۔ ؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے اگر علم ہوتا کہ ایک مباح شے کو استعمال نہ کرنے کی قسم کھانے سے وحی الٰہی مجھ سے جواب طلب کرے گا تو کیا آپ ایسا کر سکتے تھے'

اس جگہ مولانا نعیم الدین صاحب نے حضرت حسن کے نام سے ایک ضعیف قول نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم سے نکلنے کے لئے کوئی کفارہ ادا نہیں کیا' کیونکہ آپ مغفور ہیں' یعنی آپ بخشے ہوئے ہیں' حالانکہ بالاتفاق صحابہ و تابعین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام آزاد فرمایا اور مستند مفسرین نے اس ضعیف قول کی تردید میں روایات صحیحہ سے استدلال کر کے اسے ناقابل روایت قرار دیا ۔۔۔

محشی مرحوم کو اگر فہم قرآن کی دولت نصیب ہوتی تو وہ سمجھتے کہ جب قرآن کریم نے تحریم حلال پر جواب طلب کر لیا اور اس طرح نبی و رسول کے لئے بھی قانون الٰہی کے احترام کی ضرورت کا اظہار فرمایا تو پھر آپ نے اس کے بعد بھی احترام قانون کا لحاظ نہیں رکھا اور کفارہ ادا کرنے سے گریز کیا' اور اگر خدا تعالےٰ کو خود ہی کفارہ کے قانون سے اپنے نبی کو مستثنیٰ رکھنا تھا تو پھر تحریم حلال کی حرمت سے بھی مستثنیٰ کر دیا ہوتا'

آخر خدا تعالےٰ کا ہاتھ پکڑنے والا کون تھا' ؟ ۔۔۔ یہ مسئلہ معمولی نہیں' ایک اہم اور نازک مسئلہ ہے جس پر شریعت الٰہی کی اہمیت اور اس کی دوامی حیثیت کا دارومدار ہے ۔۔۔ لیکن اس قسم کے اہم بنیادی مسائل میں بھی اس طبقہ مبتدعہ نے قرآن کریم کے اندر بنی اسرائیل کی طرح تحریفات سے گریز نہیں کیا'

حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کے مستند تفسیری اقوال سے ہٹ کر اور پھر جمہور علماء اسلام کی تشریحات کے دائرہ سے نکل کر جن لوگوں نے قرآن کریم کی تفسیر کی ہے انہوں نے مرزائے قادیانی کی طرح گمراہی پھیلائی ہے۔

اور دیکھئے' الذین یتبعون الرسول النبی الامی (الاعراف ۱۵۷) میں کس قدر بھونڈا ترجمہ کیا ہے ۔۔۔ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبر دینے والے کی (کنز الایمان ۲۰۲)

اتباع کا ترجمہ غلامی کرنا' ۔ لغت اور تفسیر کی کون سی کتاب میں لکھا ہے پھر الامی کا ترجمہ بے پڑھے کرنا ۔ اور نبی کا ترجمہ غیب کی خبر دینے والے کرنا۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ صاحب اور حضرت شیخ الہند رح نے اُمی کا ترجمہ اُردو کے کسی لفظ سے نہیں کیا' اُمی کی جگہ اُمی ہی رکھا' ایک ادب کا تقاضا تھا' دوسرے یہ اشارہ کرنا تھا کہ اُمی کا مطلب یہ ہے کہ آپ اُمیین (اہل عرب) میں سے ہیں'

قرآن کریم یہود و نصاریٰ کو اہل کتاب کہتا ہے اور اہل عرب کو الامیین کے لقب سے پکارتا ہے جس کا مطلب ہے وہ قوم جس کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ اس کے پاس کوئی نبی و رسول ڈرانے والا آیا ہے' یہ ہے خانصاحب کا ذوقِ محبت اور فہم قرآن کی صلاحیت کا معیار ۔۔۔

جہاں تک خانصاحب کی اُردو دانی کا تعلق ہے وہ بھی اس قابل نہیں ہے کہ وہ قرآن مبین کے ترجمہ کا کسی حد تک بھی بہترین اسلوب میں مفہوم ادا کرنے کے قابل سمجھے جائیں ۔۔۔

مرحوم نے بریلی شریف کی تصیابی زبان استعمال کی' جب تک خانصاحب مرحوم شاہ ولی اللہ رح کے خاندانی تراجم کی پیروی کرتے ہیں اس وقت تک وہ ٹھیک چلتے ہیں اور جب اپنی زبان دانی کا جوہر دکھاتے ہیں تو اس میں وہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتے ہیں'

بے شک تم حد کی بھاری بات لائے (صفحہ ۳۷۲) بتائیے یہ کیا زبان ہے۔ حضرت شیخ الہند رح لکھتے ہیں ۔۔۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ رحمان رکھتا ہے اولاد' بے شک تم آپھنسے ہو بھاری بات میں ۔۔۔ خانصاحب نے اسی جگہ تیسری آیت میں لفظ رحمان کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا ہے۔

عربی میں مصیطر داروغہ کو کہتے ہیں' خانصاحب نے کرطوڑا کے لفظ سے ترجمہ کیا ہے' لفظ کی ثقالت کے علاوہ اُردو کے ایک عام لفظ کی جگہ نامانوس دیہاتی لفظ رکھدیا گیا ہے'

کیا یہ زبان دانی کا ذوق لطیف ہے یا قرآن کریم کی فصیح و بلیغ زبان کی فصاحت کو بگاڑنے کی کوشش!

قرآن کریم کا ایک بلیغ ادبی جملہ ہے رب انی وھن العظم منی واشتعل الراس شیبا (مریم ع ۴) یہ حضرت زکریا نبی کی دعا ہے' اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور میرے سر کے بال خوب سفید ہوگئے ۔۔۔ اس کا ترجمہ خانصاحب کرتے ہیں'

اے میرے رب میری ہڈی کمزور ہوگئی اور سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹا ۔۔۔ اردو زبان کا سب سے پہلا بامحاورہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے بعد ڈپٹی نذیر احمد صاحب کا ہے وہ اس عربی محاورہ کو اُردو محاورہ میں کس خوبی کے ساتھ منتقل کرتے ہیں' دیکھئے۔

اے میرے پروردگار! میری ہڈیاں کمزور پڑ گئیں اور سر ہے کہ بڑھاپے کی آگ سے بھڑک اٹھا ہے'

خانصاحب کو نہ عربی محاورہ کی نزاکت کا علم معلوم ہوتا ہے اور نہ اس کی ادائیگی کے لئے ان کے پاس اُردو کا محاورہ ہی نظر آتا ہے' وہ قرآن کریم کی اس فصیح و بلیغ زبان کی نہایت بھدی ترجمانی کر کے اہل ذوق کو ذہنی اذیت میں مبتلا کر دیتے ہیں'

اور پھر خانصاحب عظم کا ترجمہ ہڈی کرتے ہیں' تمام مترجمین فارسی اور اردو اس کا ترجمہ جمع کے صیغہ میں ہڈیاں لکھتے ہیں'

خانصاحب کو یہ بھی نہیں معلوم کہ عظم پر الف لام کیسا ہے اور اس کا ترجمہ بصیغہ جمع تمام سلف نے کیوں کیا ہے ؟

کنز الایمان کی زبان کے نہایت غیر معیاری ہونے کی یہ دو مثالیں دی گئیں' ورنہ ایسی تکلیف دہ زبان سے پورا ترجمہ بھرا پڑا ہے'

بے شک خانصاحب کو نعتیہ شاعری میں شاعرانہ مبالغہ آرائی کے لحاظ سے ایک بڑا لغت گو شاعر کہا جاتا ہے' یہاں تک کہ حدائق البیان میں اس مغلوب الحال شاعر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی کے مجازی حسن کی تعریف میں جو تشبیہات و استعارات استعمال کئے ہیں' ان پر پوری اُمت ... ماتم کناں ہے اور ہزار تاویلات کے بعد بھی اس گستاخ شاعر کا دامن اُمہات المومنین کی شان میں گستاخی کرنے کے الزام سے پاک صاف نہیں ہوسکا ہے'

ایسے شاعرانہ مزاج آدمی کے قلم سے قرآن کریم کے ترجمہ کا حق ادا ہوتا ۔ یہ کیسے ممکن تھا' ؟

اگر عالم اسلام نے اس ترجمہ پر پابندی لگادی ہے تو اس کا یہ فیصلہ حق بجانب ہے ۔۔۔ اور بریلوی بھائیوں کا غم و غصہ بے جا رہے ۔۔۔ اہل علم کو اگر خانصاحب کے ترجمہ کا دوسرے تراجم سے تقابلی مطالعہ کرنا ہے تو راقم السطور سے رجوع کریں۔ ان کی خدمت میں بطور ہدیہ کتابیں پیش کی جائیں گی۔

یہ واضح رہے کہ میرے سامنے ہندوستان میں چھپا ہوا پرانا ایڈیشن ہے' کنز الایمان کے اسی قدیم ایڈیشن کے صفحات کا میں نے حوالہ دیا ہے۔

دوسری قسط کا انتظار کیجئے' جس میں بشریت' حاضر ناظر مختار کل اور ترجمہ کی زبان پر مزید بحث کی گئی ہے۔

حاضر ناظر

خاں صاحب مرحوم کے ترجمہ میں تفسیر بالرائے کی ایک نہایت گمراہ کن مثال یہ ہے کہ وہ لفظ شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر کرتے ہیں'

جیسا کہ الاحزاب آیت (۴۵) میں لکھتے ہیں:

اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر الخ (کنز الایمان صفحہ ۵۰۳)

قرآن کریم نے کئی جگہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت کو شاہد اور شہید کہا ہے۔

اور صحیح احادیث میں اس شہادت کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب پچھلی اُمتیں اپنے رسولوں کے ذریعہ دعوت حق نہ پہنچنے کا عذر کریں گی تو خدا تعالیٰ ان کے رسولوں سے سوال کرے گا اور وہ پیغمبران کرام اپنی تصدیق کے لئے آخری اُمت کو بطور گواہ پیش کریں گے اور آخری اُمت اپنی تصدیق کے لئے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کریگی۔

احادیث میں آتا ہے کہ آخری اُمت کے لوگوں سے سوال ہوگا کہ تم کس بناء پر گواہی دیتے ہو تو وہ جواب دیں گے ۔۔۔ اخبرنا نبینا ۔۔۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی' ۔۔۔

(ابن کثیر و حاشیہ جلالین ص ۲۱)

بات صاف ہوگئی کہ قیامت کے دن یہ گواہی خبر اور علم کی بناء پر ہوگی مشاہدہ کی بناء پر نہیں ہوگی' خدا تعالےٰ نے رسول عربی علیہ السلام کو خبر دی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو خبر دی۔

۔ یہی یقینی خبر اس گواہی کی بنیاد ہوگی۔

اس وضاحت کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر کہنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ۔ "حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک ہونیوالی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال و افعال و احوال تصدیق و تکذیب' ہدایت و ضلالت سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔"

قرآن کریم کے ترجمہ میں کتنی گمراہ کن تحریف ہے ؟

مولانا نعیم الدین صاحب نے الاحزاب کے حاشیہ میں امام راغب اصفہانی کے حوالہ سے شہادت کی تعریف بیان کی ہے اور اس میں بالبصر او بالبصیرۃ کے الفاظ موجود ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ گواہی کبھی آنکھوں سے دیکھ کر دی جاتی ہے اور کبھی علم و بصیرت کی بناء پر دی جاتی ہے لیکن امام لغت کی اس تصریح کے باوجود بھی مولانا مرادآبادی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر (ہر جگہ موجود اور ہر چیز کو دیکھنے والا) ثابت کیا ہے اور اپنے استاد کے ترجمہ کی تائید کی ہے۔

لیکن تعجب ہوتا ہے کہ قیامت کی گواہی کی بناء پر حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر کہنے والے اُمت محمدیہؐ کو حاضر و ناظر کیوں نہیں کہتے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمت دونوں گواہی دیں گے۔

اور اس سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خانصاحب کے خلیفہ ارشد مولانا امجد علی خاں نے بہار شریعت میں (جو مولانا بریلوی کی تصدیق شدہ کتاب ہے) اپنے استاد کے نظریۂ حاضر و ناظر کی جو تشریح کی ہے اس سے مولانا مراد آبادی بالکل بے خبر ہیں، ایک شاگرد کچھ کہہ رہا ہے دوسرا کچھ سمجھ رہا ہے،

بہار شریعت میں لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے سارا عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا فرمایا، تو ہر شے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور موجود ہوا،

پس اس لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر اور ناظر ہوئے (الشاہ احمد رضا ص ۱۴۳)

اب دونوں تشریحات میں سے کونسی تشریح خانصاحب مرحوم کے عقیدہ کی ترجمان ہے؟ — اس کا فیصلہ کون کرے،

بریلوی فرقہ نے اس قسم کے عقائد پیدا کرکے کیا فائدہ حاصل کیا —؟

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی توحید کے قلعہ کو جسقدر مستحکم کیا تھا اس میں اس فرقہ نے دراڑیں ڈالنے کی افسوسناک کوشش کی اور امت کو لایعنی بحثوں میں الجھا دیا،

طلاق شدہ عورت

البقرہ میں طلاق کے احکام بیان کرنے کے بعد قرآن کریم نے طلاق شدہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے ساتھ احسان سے پیش آنے کا حکم بطور یاد دہانی کے مکرر بیان فرمایا اور کہا،

وللمطلقات متاع بالمعروف حقاً علی المتقین (۲۴۱)

اس جگہ مترجم حضرات نے متاع بالمعروف کا ترجمہ "کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچانا (تھانوی ؒ) " فائدہ دینا ساتھ اچھی طرح کے (شاہ رفیع الدین) خرچ دینا ہے موافق دستور کے (شاہ عبدالقادر ؒ) کپڑے کے جوڑے وغیرہ سے کچھ سلوک کرنا (ڈپٹی نذیر احمد) — کیا ہے. تاکہ اس آیت میں طلاق شدہ عورتوں کے حقوق واجبہ اور — اخلاقی حسن سلوک کی تمام صورتیں شامل ہو جائیں، وہ صورتیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) مہر مقرر تھا اور خلوت و ملاقات کے بعد طلاق دیدی گئی تو اب عورت کو پورا مہر دیا جائے گا اور تا عدت نان نفقہ ادا کرنا واجب ہوگا،

(۲) مہر مقرر نہ تھا اور خلوت کے بعد طلاق دیدی گئی تو اب مہر مثل واجب ہوگا اور عدت کا نان نفقہ بھی،

(۳) مہر مقرر تھا اور خلوت سے پہلے طلاق دیدی گئی تو اب آدھا مہر واجب ہوگا،

(۴) لڑکی صغیرہ اور ناقابل خلوت ہے یا قابل خلوت ہے مگر خلوت نہیں ہوئی تو اب اسے کپڑے کا ایک جوڑا دینا واجب ہوگا اور اس پر عدت نہ ہوگی،

ان تمام صورتوں میں عورت کو فائدہ پہنچانا صادق آتا ہے کہیں پورے مہر کی صورت میں، کہیں مہر مثل کی صورت میں اور کہیں آدھے مہر کی صورت میں اور آخری مسئلہ میں صرف ایک جوڑا کپڑے دینے کی صورت میں —

اس آیت مذکورہ میں تمام صورتیں شامل ہیں اور قرآن کریم نے اس کے لئے ایک عام لفظ (متاع بالمعروف) استعمال کیا ہے — لیکن مولانا احمد رضا خانصاحب نے متاع بالمعروف کا ترجمہ یہ فرمایا ہے:

"— اور طلاق دینے والیوں کے لئے بھی مناسب نان نفقہ ہے' یہ واجب ہے پرہیز گاروں پر۔"

خان صاحب کے ترجمہ کے مطابق مذکورہ چوتھی صورت بھی آیت کے حکم (نان نفقہ) میں شامل ہے کیونکہ وہ بھی طلاق والیوں میں شامل ہے حالانکہ یہ وہ طلاق والی ہے جس پر عدت واجب نہیں اور جب عدت واجب نہیں تو پھر شرعی نان نفقہ کیا —؟ —

بطور حسن سلوک کے صرف کپڑے کا ایک جوڑا دینا کافی ہے. ہو سکتا ہے کہ مولانا بریلوی کے سامنے کوئی ترجمہ الیا بھی ہو جس کی مرحوم نے پیروی کی ہے لیکن بقول رضا خانی حضرات کے جس مجتہد و فقیہہ بے مثال نے فتاویٰ رضویہ کے نام سے بارہ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ امت کے لئے چھوڑا ہو اس کی نظر آیت پاک کی اس باریکی کی طرف نہیں گئی اور آیت کے عموم کو ایک صورت میں خاص کرکے آیت کی حقیقی روح کو بے اثر کر دیا، اس پر تعجب ہوتا ہے —؟

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب ؒ کا مختصر تفسیری حاشیہ ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت کیا چیز ہوتی ہے، لکھتے ہیں،

"— پہلے خرچ فرمایا تھا یعنی جوڑا اس طلاق پر کہ مہر نہ ٹھہرا ہو اور ہاتھ نہ لگایا ہو'

یہاں سب پر حکم فرمایا، سب طلاق والیوں کو جوڑا دینا بہتر ہے اور اس پہلی کو ضرور ہے —"

شاہ صاحب بتانا چاہتے ہیں کہ طلاق شدہ عورت کو مہر واجب کے ساتھ ساتھ کپڑے کا جوڑا دینا بھی مستحسن ہے، تاکہ علیحدگی کے باوجود آپس میں صلح و احسان کے جذبات موجود رہیں،

اور پہلی صورت میں یہ جوڑا دینا اور کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچانا ضروری ہے —

امید کی جا سکتی تھی کہ محشی مرحوم اس آیت پر تشریحی نوٹ لکھکر مسئلہ کو صاف کرتے لیکن مرحوم محشی بھی یہاں سے صاف بچ کر نکل گئے اور قرآن کریم کی ایک فقہی آیت کا ترجمہ تشنہ رہ گیا۔

میں نہیں چاہتا کہ خانصاحب مرحوم کے ترجمہ کا علماء دیوبند کے تراجم اور تفاسیر سے موازنہ کرکے اپنے رضاخانی بھائیوں کو تکلیف پہنچاؤں، لیکن جو حضرات علمی مسائل کو علمی مسائل کی نظر سے دیکھتے ہیں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ حضرت شیخ الہند ؒ کا تفسیری حاشیہ اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی بیان القرآن اور مولانا عبدالحق صاحب حقانی کی تفسیر حقانی کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ ان حضرات نے البقرہ کی قانونی آیات طلاق کو قانونی اسلوب و انداز میں کس سلیقہ سے واضح کیا ہے اور کنز الایمان ان تفاسیر کے مقابلہ میں ایک سطحی اور طالب علمانہ تفسیر نظر آتی ہے،

رضاخانیت کی پیدائش

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے قول فیصل میں مسلمانوں کے بدعتی فرقوں کی تاریخ پر بحث کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ امت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بشریت، علم غیب، حاضر ناظر، با اختیار شفاعت اور قبر شریف میں جسمانی حیات جیسے مسائل کیسے پیدا ہوئے اور کب سے پیدا ہوئے —؟

قرآن کریم نے رسول عربی علیہ السلام کی فضیلت کا معیار بیان کرتے ہوئے اس تاریخی بحث کو ابھارا ہے کہ انبیاء سابقین میں کونسا رسول ایسا ہے جسے اس کی آسمانی کتاب نے رحمۃ للعالمین کہا ہے، کونسا نبی ایسا ہے جسے توراۃ یا انجیل و زبور اور صحف ابراہیم نے نذیراً و بشیراً (عالمگیر ہادی) کہا ہے؟

کونسا پیغمبر ایسا گذرا ہے جس کے ہاتھ میں دین کامل اور انسانی زندگی کا مکمل ابدی اور دائمی نظام حیات ہے؟

کونسا رسول ایسا ہے جس نے ایک لاکھ عربی، فارسی، رومی، عراقی اور مصری افراد کی مکمل تربیت کرکے ان میں سے ہر ایک کو ہادی اور مصلح بنا کر کھڑا کر دیا ہے؟ —

کونسا نبی ایسا سپہ سالار ثابت ہوا ہے جس نے صرف دس سال کے اندر چند دفاعی مقابلوں میں صلح اور جنگ جو مخالفین کی جنگی قوت کا مکمل خاتمہ کر دیا'؟

قرآن کریم کے ان سوالات پر ہر قوم کے علماء اور دانشور لاجواب ہو چکے تھے اور غور کر رہے تھے کہ اس بحث کا رخ کس طرح موڑا جائے، چنانچہ جب ہندستان میں انگریزی اقتدار کے ساتھ عیسائی علماء یہاں آئے تو انہوں نے نہایت چالاکی اور ذہانت سے کام لیکر فضیلت انبیاء کے لئے جزوی مسائل کھڑے کر دیئے۔

ان عیسائی علماء نے قرآن کا مطالعہ کیا، شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی ؒ کے سب سے پہلے اردو ترجمہ کو لدھیانہ مشنری نے رومن میں شائع کیا اور وہاں باقاعدہ عیسائی مبلغ اور مناظر تیار کئے گئے، میرے سامنے ۱۸۷۶ء میں طبع شدہ رومن نسخہ موجود ہے۔

اب ان مسیحی علماء نے یہ پروپیگنڈہ شروع کیا کہ قرآن کریم نے حضرت مسیح کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا ہے، وہ بن باپ کے پیدا ہوئے — اور وہ بشر نہیں تھے' خدا کے اکلوتے بیٹے تھے' — جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ میں بشر ہوں۔

مسیح اپنے جسم کے ساتھ جیتے جی آسمان پر زندہ ہیں، جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں آرام فرما ہیں۔

مسیح نے مردوں کو زندہ کیا، مٹی کے پرندوں کو پھونک مار کر زندہ پرندہ بنا دیا، مسیح غیب کی خبریں بتلاتے تھے کہ تم نے کیا کھایا اور کیا اپنے گھر میں رکھا۔ (المائدہ ۱۱۰)

مسیح با اختیار نجات دہندہ ہیں، تخت عدالت پر خدا کی جگہ مسیح ہوں گے۔

علماء کے ایک طبقہ نے اس سازش کو نہیں سمجھا اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تاریخی عظمت کو پس پشت ڈال کر ان سوالات کے جوابات میں الجھ کر رہ گئے،

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار کیا گیا، روح اللہ کے جواب میں نور اللہ کا تصور پیدا ہوا، علم غیب کلی کا عقیدہ ایجاد ہوا، مردوں کو زندہ کرنے کے معجزات (ضعیف روایات) کے ساتھ پیش کئے جانے لگے قیامت کے دن شفاعت اختیار کلی کے ساتھ کا عقیدہ بنایا گیا،

حالانکہ قرآن کریم نے آپ کو بشر کہا، افضل البشر، کامل ترین انسان جس کی مثال عالم انسانیت میں نہیں، غیب کا علم جتنے علم کی ضرورت انسانی ہدایت کے لئے ضروری ہو سکتی ہے، تمام رسولوں سے زیادہ علم، شفاعت امت، لیکن باجازت مالک الملک،

قبر شریف میں حیات، لیکن حیات روحانی جو حیات جسمانی سے زیادہ قوی اور زیادہ با اثر ہے — جبکہ خانصاحب بریلوی نے حیات انبیاء کی جو نہایت شرمناک تشریح کی ہے وہ یہ ہے

" انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں کھاتے پیتے اور اپنی بیویوں سے مباشرت کرتے ہیں۔" — (لاحول ولاقوۃ)

دس سال پہلے بمبئی میں خانصاحب کے حدائق البیان والے شعروں کے خلاف زبردست تحریک چلی اس وقت خانصاحب بریلوی کی یہ ساری خرافات حوالوں کے ساتھ اخباروں میں شائع ہوئیں' چنانچہ ایک جلسہ میں بمبئی کے ایک عیسائی عالم نے مجھ سے کہا' مولانا! خدا کے واسطے رسولوں اور نبیوں کے لئے ایسی باتیں نہ کہی جائیں' بے دین طبقہ پہلے ہی مذہب کے خلاف ہے' اس قسم کی بے شرمی کی باتوں سے نہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو قائم رہ سکے گی اور نہ حضرت مسیح کی۔"

میرے لئے سر جھکانے کے سوا چارہ کیا تھا — ان حالات میں علماء حق نے مسیحی مشنریوں کی اس سازش کو سمجھا' بالاکوٹ اور شاملی کے مجاہد علماء نے ان فروعی عقائد میں امت کو الجھنے سے باز رکھنے کی کوشش کی'

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ؒ نے آب حیات لکھکر عظمت محمدی ؐ پر آپکی بے مثال بشریت پر، مقام شفاعت پر، امت کے روحانی باپ' ہونے پر' آپ کی حیات برزخی پر جدید علم کلام کی بنیاد ڈالی اور وہ فلسفیانہ استدلال پیش کیا کہ رضاخانی فرقہ سو برس تک بھی عظمت محمدی ؐ پر ایسی کتاب نہیں لکھ سکتا'

یہ اتمام حجت کے لئے تھا' — تاکہ علماء امت اس کتاب کے بعد اب ان مسائل میں نہ الجھیں بلکہ اپنے حقیقی مشن اصلاحی جہاد پر توجہ دیں —

بالاکوٹ اور شاملی کی روح جہاد کو تازہ کریں' اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تاریخی عظمت، کو لے کر آگے بڑھیں' جس سے مغرب کے بڑھتے ہوئے اتحاد کا سامنا کرنے کی قوت پیدا ہو لیکن افسوس مغرب کے سیاسی جادوگروں نے اس نام نہاد محبت رسول ؐ کے دعویدار فرقہ کو حرب عقائد سے پیچھے نہ ہٹنے دیا اور انہیں فرنگی حکمت عملی نے اپنے گھیرے میں لے لیا'

اور علماء امت شدید خانہ جنگی میں مبتلا ہو کر رہ گئی —

فرنگی حکمتِ عملی کا دوسرا شاہ کار مرزا قادیانی اور اس کا فرقہ تھا' یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی ــــ تاریخ اسلام ہمیشہ اپنا سر پیٹے گی کہ آبِ حیات لکھنے والے اسلامی علم کلام کے جدید معمار (مولانا قاسم صاحبؒ) اور ان کے رفیقِ کار (مولانا گنگوہیؒ) اس فرقہ کی تکفیر کا سب سے زیادہ نشانہ بنتے ہوئے ہیں۔

۴۷ء سے پہلے درگاہ حضرت چراغ دہلویؒ کے ایک سجادہ نشین جو میرے عزیز تھے مجھ سے کہنے لگے کہ عیسائی پادری حضرت عیسیٰ کو نجات دہندہ کہہ کر ان پڑھ لوگوں کو عیسائی بناتے ہیں' ہم نے بھی ان کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنت کا مالک و مختار اور شفاعت کا با اختیار تاجدار کا عقیدہ بنایا ہے تاکہ عیسائی پادریوں کے عقیدہ کا جواب ہو سکے۔

خدا تعالیٰ ان کو معاف فرمائے' انہوں نے ان مبتدعانہ تصورات کی حقیقت بیان کردی ــــ لیکن اسلام اس قسم کی مسابقت اور حضرات انبیاء کے درمیان مقابلہ آرائی کو ہرگز پسند نہیں کرتا'

حاصل یہ ہے کہ اگر آج یورپ کا کوئی مورخ دنیا کے سو بڑے انسانوں کی تاریخ لکھتا ہے تو اس میں سب سے پہلا مقام حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتا ہے' اور اس لئے دیتا ہے کہ آپ کے ذریعہ دنیا میں نہایت قلیل عرصہ کے اندر انسانی سماج میں روحانی' اخلاقی' معاشرتی اور سیاسی انقلاب آیا اور اس صالح انقلاب کے اثرات دنیا کی ہر قوم نے دانستہ یا نادانستہ قبول کئے۔

علامہ اقبال نے ایک مکتوب میں لکھا کہ تمہارے علماء جن لایعنی جزوی مسائل میں قوم کو الجھا رہے ہیں اس سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں!

اگر آج اسلام کی فضیلت و برتری ثابت کرنی ہے تو اسلامی معاشرت کو دنیا کے سامنے پیش کرو۔

قرآن کریم نے توحید و رسالت کے مدعا اتنے مستحکم کر دیئے ہیں کہ ہزار تاویلات کی جائیں نہ مقصود کمزور نہیں پڑتے چنانچہ

رضاخانی جماعت علم و اختیار کے مسئلہ میں ذاتی اور عطائی کی منطق سے کام لیکر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب عطائی اور اختیار عطائی کا تصور پھیلاتی ہے۔

قرآن کریم نے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے اپنی ذات کے بارے میں علم و اختیار کی صفت کو خدا تعالیٰ کے لئے ثابت کیا ہے وہاں یہ جماعت عطائی اور ذاتی کی تقسیم کرکے ان آیات قرآنی کا سارا زور ختم کر دیتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا یہی سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کے اندر عطائی اور ذاتی کی تقسیم داخل کردی۔

سورہ یونس آیت (۴۹) قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ــــ میں ترجمہ کرتے ہیں ــ "تم فرماؤ میں اپنی جان کے برے بھلے کا ذاتی اختیار نہیں رکھتا' مگر جو اللہ چاہے'

الاعراف (۱۸۸) میں قرآن کریم نے علم و اختیار کے مسئلہ پر بھرپور روشنی ڈالی اور وہاں خاں صاحب بریلوی اور ان کے شاگرد رشید مخشی دونوں چکر میں آ گئے' قرآن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا۔

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون

خاں صاحب ہی کے قلم کا ترجمہ دیکھئے' ــ "تم فرماؤ' میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت سی بھلائی جمع کرلی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی' میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔"

اب جناب حاشیہ نویس کی تشریح سنیئے ــــ

ــ "حضرت مترجم قدس سرہ نے فرمایا' بھلائی جمع کرنا اور برائی نہ پہنچنا اس کے اختیار میں ہو سکتا ہے جو ذاتی قدرت رکھے اور ذاتی قدرت وہی رکھے جس کا علم بھی ذاتی ہو کیونکہ جس کی ایک صفت ذاتی ہے اس کے تمام صفات ذاتی' تو معنی یہ ہوئے کہ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی اور میں بھلائی جمع کر لیتا اور برائی نہ پہنچنے دیتا۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر میں نفع و ضرر کا ذاتی اختیار رکھتا تو اے منافقین کا فرین تم سب کو مومن کر ڈالتا اور تمہاری کفری حالت دیکھنے کی مجھے تکلیف نہ پہنچتی ــــ (کنز ۲۵۸)

مطلب یہ ہوا کہ علم و اختیار ذاتی کی نفی کی گئی ہے' عطائی کی نفی نہیں کی گئی' ــــ لیکن جب عطائی علم خواہ کلی ہو اور عطائی قدرت سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا تو پھر ایسے علم و اختیار کی حیثیت کیا ہوئی ــــ ؟

قرآن کریم کا استدلالی معجزہ

یہ قرآن کریم کا استدلالی معجزہ ہے کہ حاشیہ نویس صاحب قبلہ اس میں پھنس کر رہ گئے' اور قرآن کریم میں خاں صاحب نے جگہ جگہ ذاتی اور خود کے جو الفاظ بڑھائے ہیں وہ سب بے معنی نظر آنے لگے'

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی کی جملہ تکلیفیں پہنچیں اور آپ فقر و فاقہ بیماری اور دکھ' دشمنوں کے ہاتھوں ہر تم لبیک اللہم لبیک' لا شریک لک لبیک الا شریک ھو لک

(اے خدا تیرا کوئی شریک نہیں مگر جسے تو نے خود اپنا شریک قرار دے لیا ہے وہ ضرور تیرا شریک ہے'

اس سے اشارہ وہ اپنے دیوی دیوتاؤں کی طرف کرتے تھے!

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے: (مدیر)

اسلام اور موسیقی

تالیف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہٗ
شرح و تحقیق: مولانا محمد عبدالمعزؔ
قیمت: -/۴۵ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴۔

دور حاضر کے سنگین فتنہ راگ و رنگ کے مالہ و ما علیہ سے متعلق زیر تبصرہ کتاب ایک ٹھوس اور علمی دستاویز ہے جسے شائع کرنے کی سعادت مکتبہ دارالعلوم کو ہو رہی ہے۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ کے ایما سے لکھی جانے والی عظیم عربی کتاب احکام القرآن کا جو حصہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے سپرد قلم کیا اس کا ایک جزء یہ ہے جس کا تعلق اس موضوع سے ہے، وہ کتاب عربی میں تھی اس لئے یہ جزء بھی عربی میں تھا۔ احکام القرآن درحقیقت علماء کی خاطر لکھی گئی تھی اس لئے اس کے لئے زبان کا انتخاب عربی کے طور پر بالکل درست تھا۔ لیکن آج یہ فتنہ جس سرعت سے پھیل رہا ہے حتیٰ کہ لوگ اس موذی مرض کو باعث شفا و خیر سمجھنے لگے ہیں اس کے پیش نظر ضروری تھا کہ اس کا اردو ترجمہ ہو اور اچھے انداز میں سامنے آئے۔ مفتی صاحب مرحوم کے صاحبزادے اور ہمارے مخلص و مہربان دوست مولانا محمد تقی عثمانی ماشاءاللہ علم و شرافت کا جیتا جاگتا نمونہ ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں ستھرا علمی ذوق بخشا ہے ان کے علمی کارنامے اپنی جگہ' وہ عزیزوں کی ایک ٹیم سے اس دور میں جس طرح کام لے رہے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔ اس کتاب کے ترجمہ اور تہذیب و ترتیب کے لئے انہوں نے اپنے رفیق عزیز مولانا عبدالمعزؔ استاذ و رکن تصنیف دارالعلوم کراچی کو تجویز کیا۔ انہوں نے نہ صرف کتاب کا ترجمہ کیا بلکہ تشریحی حواشی، نامکمل حوالوں کی تکمیل اور احادیث کی تخریج کے ساتھ ساتھ اب تک موسیقی کی اباحت پر جو دلائل آئے ہیں ان سب کا شافی جواب بھی دیا۔ مولانا عبدالمعزؔ نے شروع میں جو مبسوط مقدمہ لکھا ہے وہ بذاتِ خود ایک معرکہ کی چیز اور ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات کے مصداق مستقبل میں اس بات کا غماز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے دین کی بڑی خدمت لیں گے اور وہ اسلاف کے علمی ورثہ کو جدید اسلوب میں پیش کرکے ایک منفرد مقام کے حامل ہوں گے۔ موصوف کا مقدمہ عقلی اور تجرباتی اعتبار سے بڑے معرکہ کی چیز ہے اور انداز بیان انتہائی شگفتہ۔

ہم مترجّم و مرتّب اور کارکنان ادارہ کو مبارک پیش کرتے ہیں اور دعاگو ہیں کہ یہ کتاب راہِ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کے لئے ہدایت کا باعث بنے اور مصنّف و مترجم وغیرہ سب کے لئے ذخیرہ آخرت۔

اپنی معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری اعتبار سے کتاب خوب ہے اور قیمت انتہائی واجبی ــــ امید کہ اہل ذوق اس کی قدر کریں گے۔

مقاماتِ زوّاریہ

از جناب محمّد اعلیٰ صاحب
قیمت: -/۴۰ روپے
ملنے کا پتہ: ادارہ مجددیہ ۲/۵-ایچ ناظم آباد ۳، کراچی ۱۸

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب قدس سرہٗ کا نام و تذکرہ خدام الدین کے صفحات میں بارہا آ چکا ہے۔ موصوف سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم المرتبت شیخ اور علوم و معارف کے میدان میں اپنی ایک منفرد حیثیت کے حامل تھے۔ عمدۃ الفقہ جیسی مستند کتاب ان کی علمی یادگار ہے جو فقہی مسائل کا بلاشبہ دائرۃ المعارف ہے۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا مبسوط و محققانہ تذکرہ اور آپ کے جانشین و خلف الرشید حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالےٰ کی سوانح بعنوان انوار معصومیہ ان کی یادگاریں ہیں جن سے اپنے سلسلہ کے اکابر کے ساتھ ان کے تعلق قلبی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے مکتوبات عالیہ کا ترجمہ اور حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعض رسائل کا ترجمہ ان کی وہ قلمی یادگاریں ہیں جو رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ رکھیں گی ـــــ اہل سلسلہ اور طلبا تاریخ کی ان سے بڑی توقعات وابستہ تھیں لیکن ۱۴۰۱ھ کے رمضان میں وہ اپنے اللہ کے یہاں پہنچ گئے اور ایک دنیا کو غم و اندوہ میں مبتلا کر گئے ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مرحوم کے عزیز ترین عقیدت مند حاجی محمد اعلیٰ صاحب قریشی زید مجدھم آپ کی زندگی میں آپ کی تصنیفات و تراجم کے ذمہ دار تھے۔ انہوں نے آپ کی سوانح مرتب کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور اس سلسلہ میں ملک کے ارباب ہمت سے رابطہ کیا۔ ان حضرات کی توجہ سے جو مواد میسر آیا اس کی روشنی میں ۳۵۲ صفحات کی یہ خوبصورت کتاب مرتب ہو کر سامنے آ گئی جس کا پیش لفظ محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کا لکھا ہوا ہے تو حالاتِ زندگی کا خاکہ خود مرتب کا۔ اس کے بعد شاہ صاحب کے معمولات اور اتباع سنت پر دو انتہائی قابل قدر مقالے آپ کے صاحبزادے سید فضل الرحمٰن صاحب کے قلم سے ہیں جو انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ پھر وفات پر مولانا محمد مظہر بقا کا نہایت پُراثر مضمون ہے۔ پھر شاہ صاحب کے مکاتیب جو مرتب نے ترتیب دے کر شامل کئے ہیں اس کے بعد سید فضل الرحمٰن صاحب کا مضمون اسلام اور شاعری پر ہے تو ڈاکٹر حنیف احمد صاحب نے شاہ صاحب کی شاعری پر روشنی ڈالی ہے۔ ملفوظات کا حصہ مولانا محمد مظہر بقا نے مرتب کیا ہے۔ تو ایک مجموعہ صوفی ذوالفقار صاحب کی محنت کا ثمر ہے۔ ارشادات کے عنوان سے ایک مضمون حاجی شبیر اللہ صاحب نے ترتیب دیا ہے اور پھر آپ کی فقہی بصیرت پر مولانا محمد مظہر بقا نے قلم اٹھایا۔ اسی طرح کشف و کرامات کا باب بقا صاحب نے ہی لکھا ہے۔

بعد ازاں مولانا محمد صادق، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، حضرت مولانا خان محمد صاحب (خانقاہ سراجیہ مجددیہ کندیاں) مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی دہلی، مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی، مولانا عبدالرشید نعمانی، مولانا محمد سلیم علوی، مولانا مظہر علی خاں، مولانا محبوب الٰہی، حافظ رشید احمد ارشد، مدیر خدام الدین، جناب ثناء الحق صدیقی، ڈاکٹر ظہور احمد، حاجی سراج الدین، حاجی محمد حسین کا بڑیا اور مولانا سید محبوب حسن وغیرہ جیسے حضرات کے گرانقدر مقالات شامل کتاب ہیں۔ اور بھی بعض چیزیں ہیں جن سے کتاب کی افادیت دوچند ہو گئی۔ حاجی محمد اعلیٰ صاحب بڑے خوش قسمت ہیں جنہوں نے ایسے ایسے مردان کار سے مضامین فراہم کرکے اپنے شیخ کی سیرت اس طرح مرتب کر دی۔ وہ مستحق تبریک ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ یہ گلدستہ انشاء اللہ تعالےٰ اہل دل کے لئے انتہائی کارآمد ہوگا۔

ہم اس عجالہ نافعہ کے مطالعہ کی زبردست سفارش کرتے ہیں۔

● بہترین سے بہترین انسان وہ ہے جس کا ہر قدم رضائے الٰہی کے لئے اٹھے۔

(حضرت ابوسفیانؓ)

بقیہ : حضرت شاہ ولی اللہ.....

اماموں اور خلفاء کی سیرتوں کی روشنی میں قبول کریں گے. آج بھی اور ہر زمانے میں ہر قوم کا یہی خاصہ طبیعی رہا ہے۔" (ص ۹۴ ج ۱)

اس کے ساتھ شاہ صاحب نے اس پر زور دیا ہے کہ کسی پیغمبر نے اپنی کوئی الگ شریعت کسی قوم پر نہیں ٹھوپی بلکہ نہایت دیدہ وری سے قوم کے رسم و رواج اور ان کے طریق زندگی، ان کے تہذیبی اور تمدنی حالات کا جائزہ لیا پھر قانون الہٰی کے مطابق ان میں جو خیر تھی اس کو تو علی حالہ رکھا اور جو چیزیں شر محض تھیں انہیں روک دیا اور جس میں خیر و شر کے دونوں پہلو تھے ان میں اس طرح ترمیم و اصلاح کی کہ خیر غالب آگیا —— اور یہی ایک وارث علوم نبوت مجتہد و عالم کا کام ہونا چاہیے۔

آج کا دَور اپنی گوناگوں ایجادات اور سائنسی انکشافات کے سبب جس نہج پر جا چکا ہے اس کے لئے اہل علم کا سر جوڑ کر بیٹھنا اور حالات کا گلہ اور شکوہ عبث ہوگا۔

اللہ تعالےٰ ہم سب پر اپنا کرم فرمائے اور اپنی علمی ذمہ داریاں احسن طریق سے نبھانے کی توفیق فرمائے۔

ضروری ہے۔

سلامِ عقیدت بحضور سیدنا عثمانؓ ذو النورینؓ

جامع القرآن ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام
صاحب الایمان ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

جانشینِ مصطفےٰ دو نور والے ماہتاب
حضرت عثمانؓ ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

عقد میں دو بیٹیاں آئیں رسول اللہؐ کی
ذو الکرم ذی شان ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

دستِ محبوبِ خدا تھا بیعتِ رضواں تیرا
عظمت عثمانؓ ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

قلزمِ جود و سخا و پیکرِ شرم و حیا
حلم کے سلطان ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

پی لیا جامِ شہادت پیشِ قرآنِ مبین
عاشقِ قرآن ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

ہے اگر دعویٰ غلامی کا تجھے اختؔر تو بھیج
ہر گھڑی ہر آن ذو النورینؓ پر لاکھوں سلام

محمد سعید اختر شجاع آبادی

****

منظور شدہ ١۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/٢١ /١٦٣٢١ مورخہ ٣ مئی ١٩٥٦ء (٢) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ٢٢٧-٢٣٨١ مورخہ ٧ ستمبر ١٩٥٦ء
محکمہ تعلیم ٣۔ کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ٢٩/٩/٦٧-٢٠٧٦ D.D.P.I مورخہ ٢٣ اگست ١٩٦٤ء (٤) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ٢ ٠٩٠٨٢٠/ G- ١٥٣١٠ مورخہ ٣ ؍ ٦٤

مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور

* — مردِ مومن — ١٠ / ٢٢ روپے
* — خطبات جمعہ — دس حصے — فی حصہ ٥/- ″
* — مجالس ذکر حضرتؒ کی اصلاحی تقاریر کا قیمتی خزانہ — دس حصے — فی حصہ ٥/-
* — اسلامی تعلیمات حضرت مولانا عبید اللہ انور کے خطبات و مواعظ کا قیمتی مجموعہ — ہدیہ — ٢٤/- ″
* — ملفوظاتِ طیبات حضرت لاہوریؒ کے ملفوظات کا دلآویز گلدستہ — ″ — ٢٥/١٠ ″
* — گلدستہ صد احادیث نبویؐ ترجمہ و تشریح حضرت لاہوریؒ — ″ — ١/٠٠ ″
* — خلاصۃ المشکوٰۃ مشکوٰۃ کا خلاصہ، حضرت لاہوریؒ کی محنت کا شاہکار — ″ — ٥/- ″
* — اصلی حنفیت مذہب حنفی کی سچی تصویر، حضرت لاہوریؒ کے قلم سے — ″ — ١/- ″
* — مقصد قرآن از حضرت لاہوریؒ — ″ — ١/- ″
* — ضرورۃ القرآن از حضرت لاہوریؒ — ″ — ١/- ″
* — خدام الدین حضرت لاہوریؒ نمبر — ″ — ٢٥/- ″
* — رسائل کا سیٹ دو جلد — فی جلد ١٠/- روپے، یکمشت دونوں حصے منگوانے پر ١٨/- ″

ہر قسم کی دینی کتب منگوائیے۔ ڈاک خرچ بذمہ ادارہ ہوگا۔ آرڈر کے ساتھ نصف رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر ضرور بھیجئے

المعلن: ناظم شعبہ نشر و اشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور